خیابانِ اردو

معاون درسی کتاب گیارھویں جماعت کے لیے

5161

विद्यया ऽमृतमश्नुते

एन सी ई आर टी
NCERT

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

© NCERT not to be republished

5161 - Khayaban-e-Urdu
(Supplementary Reader in Urdu) for Class XI

ISBN 81-7450-452-4

جُملہ حقوق محفوظ

- ناشر کی پہلے سے اجازت حاصل کیے بغیر، اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یاد داشت کے ذریعے بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانیکی، فوٹو کاپینگ، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے اس کی ترسیل کرنا منع ہے۔
- اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جارہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر، اس شکل کے علاوہ جس میں کہ یہ چھاپی گئی ہے یعنی، اس کی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کرکے، تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جاسکتا ہے، نہ دوبارہ فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جاسکتا ہے۔
- کتاب کے صفحہ پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے۔ کوئی بھی نظرثانی شدہ قیمت چاہے وہ ربر کی مہر کے ذریعے یا چپپی یا کسی اور ذریعے ظاہر کی جائے تو وہ غلط متصوّر ہوگی اور ناقابل قبول ہوگی۔

این سی ای آر ٹی کے پبلی کیشن ڈویژن کے دفاتر

این سی ای آر ٹی کیمپس
سری اروندو مارگ
نئی دہلی - 110016 فون 011-26562708

108,100 فٹ روڈ ہوسڈے کیرے ہیلی
ایکسٹینشن بناشنکری III اسٹیج
بینگلورو - 560085 فون 080-26725740

نوجیون ٹرسٹ بھون
ڈاک گھر، نوجیون
احمد آباد - 380014 فون 079-27541446

سی ڈبلیو سی کیمپس
بمقابل ڈھانکل بس اسٹاپ، پانی ہاٹی
کولکاتا - 700114 فون 033-25530454

سی ڈبلیو سی کامپلیکس
مالی گاؤں
گواہاٹی - 781021 فون 0361-2674869

اشاعتی ٹیم

ہیڈ پبلی کیشن ڈویژن	:	انوپ کمار راجپوت
چیف ایڈیٹر	:	شویتا اُپّل
چیف پروڈکشن آفیسر	:	ارون چتکارا
چیف بزنس منیجر (انچارج)	:	وپن دیوان
ایڈیٹر	:	سیّد پرویز احمد
پروڈکشن اسسٹنٹ	:	پرکاش ویرسنگھ

سرورق اور آرٹ
خالد بن سہیل

پہلا ایڈیشن

فروری 2006 پھاگن 1927

دیگر طباعت

جنوری 2015 ماگھ 1936
فروری 2016 پھالگن 1937
مارچ 2019 چیتر 1941
نومبر 2019 کارتک 1941
اپریل 2021 چیتر 1943 (NTR)

PD NTR SPA

© نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، 2006

قیمت : ₹ 75.00

این سی ای آر ٹی واٹر مارک 80 جی ایس ایم کاغذ پر شائع شدہ

سکریٹری نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، شری اروندو مارگ، نئی دہلی نے میں چھپوا کر پبلی کیشن ڈویژن سے شائع کیا۔

© NCERT not to be republished

پیش لفظ

'قومی درسیات کے خاکے 2005' میں سفارش کی گئی ہے کہ بچوں کی اسکول کی زندگی، ان کی باہر کی زندگی سے منسلک ہونی چاہیے۔ یہ اصول کتابی علم کی اُس روایت کی نفی کرتا ہے جس کی وجہ سے آج تک ہمارے نظام میں اسکول، گھر اور سماج کے درمیان خلیج حائل ہے۔ نئے قومی درسیات پر مبنی نصاب اور درسی کتابیں اسی بنیادی خیال پر عمل کرنے کی ایک کوشش ہے۔اس کوشش میں مختلف مضامین کے درمیان مضبوط حد بندی برقرار رکھنے اور رٹ کر پڑھنے کے طریقۂ کار کی حوصلہ شکنی بھی شامل ہے۔ہمیں امید ہے کہ ان اقدامات سے قومی تعلیمی پالیسی (1986) میں مذکور 'تعلیم کے طفل مرکزی نظام' کی طرف مزید پیش رفت ہوگی۔

اس کوشش کی کامیابی کا انحصار ان اقدامات پر ہے کہ اسکولوں کے پرنسپل اور اساتذہ بچوں کو اپنے تاثرات خود ظاہر کرنے اور خیالی سرگرمیوں اور سوالوں کے ذریعے سیکھنے کی ان کی ہمت افزائی کریں۔ہمیں یہ ضرور تسلیم کرنا چاہیے کہ بچوں کو اگر موقع، وقت اور آزادی دی جائے تو وہ بڑوں سے حاصل شدہ معلومات سے وابستہ ہوکر' نئی معلومات کی تخلیق کرتے ہیں۔ آموزش کے دوسرے ذرائع اور محلِ وقوع کو نظر انداز کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب مجوزہ درسی کتاب کو امتحان کے لیے واحد ذریعہ بنانا ہے۔ بچوں کے اندر تخلیقی صلاحیت اور پیش قدمی کے رجحان کو فروغ دینا اُسی وقت ممکن ہے جب ہم آموزشی عمل میں بچوں کو بحیثیت شرکا تصور کریں اور ان سے اُسی طرح پیش آئیں۔ انھیں محض مقررہ معلومات کا حاصل کنندہ نہ سمجھیں۔

یہ مقاصد اسکول کے معمولات اور طریقۂ کار میں معقول تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

روزمرہ نظام الاوقات (Time-Table) میں لچیلا پن اُسی قدر ضروری ہے جس قدر سالانہ کیلنڈر کے نفاذ میں سخت محنت کی، تا کہ تدریس کے لیے مطلوبہ ایام کو حقیقتاً تدریس کے لیے وقف کیا جاسکے۔ تدریس اور اندازِ قدر کے طریقوں سے بھی اس امر کا تعیّن ہوگا کہ یہ درسی کتاب بچوں کے لیے ذہنی تناؤ اور اکتاہٹ کا ذریعہ بننے کے بجائے ان کی اسکول کی زندگی کو خوش گوار تجربہ بنانے میں کس حد تک موثر ثابت ہوتی ہے۔ نصابی بوجھ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے نصاب سازوں نے مختلف سطحوں پر معلومات کی تشکیلِ نو کرنے اور اُسے نیا رخ دینے کی غرض سے بچوں کی نفسیات اور تدریس کے لیے دستیاب وقت پر زیادہ غور وفکر کے ساتھ توجہ دی ہے ۔ اس مخلصانہ کوشش کو مزید بہتر بنانے کے لیے یہ درسی کتاب غور و فکر اور حیران کرنے، چھوٹے گروپوں میں بحث ومباحثہ کرنے اور ہاتھ سے انجام دی جانے والی سرگرمیوں کو زیادہ اوّلیت دیتی ہے۔

این سی ای آر ٹی اس کتاب کے لیے تشکیل دی گئی ''کمیٹی برائے درسی کتاب'' کی مخلصانہ کوششوں کی احسان مند ہے۔ کونسل زبانوں کے مشاورتی گروپ کے چیئرمین پروفیسر نامور سنگھ اور اس کتاب کے خصوصی صلاح کار پروفیسر شمیم حنفی کی شکرگذار ہے۔ اس معاون درسی کتاب کی تیاری میں جن اساتذہ نے حصہ لیا ہم ان کے پرنسپل کے بھی شکرگذار ہیں۔ ہم ان سبھی اداروں اور تنظیموں کے بھی احسان مند ہیں جنھوں نے اپنے وسائل، مواد اور عملے کی فراہمی میں فراخ دلی کا ثبوت دیا۔ باضابطہ اصلاح اور اپنی اشاعت کے معیار کو مسلسل بہتر بنانے کے لیے پابند ایک تنظیم کے طور پر این سی ای آر ٹی، مشوروں اور آرا کا خیر مقدم کرتی ہے تا کہ کتاب پر مزید نظرِ ثانی اور اس کی اصلاح کی جاسکے۔

نئی دہلی
دسمبر 2005

ڈائریکٹر
نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

اس کتاب کے بارے میں

معاون درسی کتاب (سپلیمنٹری ریڈر) کے بارے میں ایک عام تاثر یہ ہے کہ اس کتاب کو تفصیلی مطالعے کے لیے مروّجہ کتابوں کی بہ نسبت زیادہ سہل ہونا چاہیے۔ اس کا ایک مقصد طالبِ علم کے ادبی مذاق و مزاج میں اضافہ کرنا بھی ہے اور ایک طرح کی جمالیاتی تربیت بھی۔

اردو کی ادبی تاریخ تقریباً چار صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ نثر و نظم کا جو سرمایہ اردو میں سامنے آیا ہے، ظاہر ہے کہ اس پورے سرمائے سے طالب علم کی سرسری واقفیت بھی آسان نہیں ہے۔ زبان و ادب کی تاریخ کے مطالعے سے بے شک اسے اپنی روایت کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔ لیکن جب تک نثر و نظم کے نمائندہ متن سے اس کی شناسائی نہ ہو، اپنی روایت کے اوصاف و عناصر سے اس کی آگہی بہت محدود رہے گی۔ اس صورتِ حال میں ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ گیارھویں جماعت کی معاون درسی کتاب شاعری کے لیے اور بارھویں جماعت کی معاون درسی کتاب نثر کے لیے مختص کر دی جائے۔ لٰہذا زیرِ نظر کتاب ''خیابانِ اردو'' گیارھویں جماعت کے طلبا میں اردو شاعری کی بعض نمائندہ خصوصیات کا شعور عام کرنے کی غرض سے مرتب کی گئی ہے۔ اس کتاب میں شعری اصناف کے کچھ ایسے نمونے یکجا کیے گئے ہیں جن سے ہمارے طلبا معاون درسی کتاب کے مطالعے کے بغیر متعارف نہیں ہو سکتے تھے۔ یہ نمونے اپنی ہیئت اور مواد کے اعتبار سے خاصے دل چسپ ہیں اور طلبا انھیں استاد کی مدد کے بغیر بھی کسی نہ کسی حد تک پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

کمیٹی برائے معاون درسی کتاب

چیئر مین، مشاورتی کمیٹی برائے زبان

نامور سنگھ، پروفیسر ایمریٹس، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

خصوصی صلاح کار

شمیم حنفی، پروفیسر ایمیریٹس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

چیف کوآرڈی نیٹر

رام جنم شرما، سابق پروفیسر اور ہیڈ، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

اراکین

اسلم پرویز	ریٹائرڈ ایسوسی ایٹ پروفیسر، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی
شمس الحق عثمانی	سابق پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
شہپر رسول	پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
احمد محفوظ	ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
عبدالرشید	اسسٹنٹ پروفیسر، اردو خط کتابت کورس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
محمد علیم الدین	سابق پی جی ٹی اردو، اینگلو عربک سینیئر سیکنڈری اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی
شمامہ بلال	پی جی ٹی اردو، جامعہ سینیئر سیکنڈری اسکول، نئی دہلی
عارف عثمانی	سابق ٹی جی ٹی اردو، اینگلو عربک سینیئر سیکنڈری اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی

© NCERT not to be republished

محمد نفیس حسن	ٹی جی ٹی اردو، گورنمنٹ بوائز مڈل اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی
ماہ طلعت علوی	ٹی جی ٹی اردو، جامعہ مڈل اسکول، نئ دہلی
شمیم احمد	اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، سینٹ اسٹیفنس کالج، دہلی
محمد معظم الدین	پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئ دہلی
دیوان حنّان خاں	پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئ دہلی
چمن آرا خان	ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئ دہلی

ممبر کوآرڈی نیٹر

محمد نعمان خاں	ریٹائرڈ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئ دہلی

© NCERT not to be republished

اظہارِ تشکر

اس کتاب میں سرور جہان آبادی، سردار جعفری اور اختر الایمان کی نظمیں، عظمت اللہ خاں، شاد عارفی، اختر شیرانی، میراجی، احسان دانش اور سلام مچھلی شہری کے گیت، امتیاز الدین خاں کے ذریعے بھرتری ہری کے شلوکوں کا منظوم ترجمہ اور حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام کا اقتباس شامل ہیں۔ کونسل ان سبھی کے وارثین کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

کتاب کی تیاری میں کاپی ایڈیٹرز ارشاد نیرّ، عبدالرشید اعظمی، پروف ریڈر جمال احمد، ڈی۔ٹی۔ پی آپریٹرز محمد وزیر عالم، نرگس اسلام، معراج احمد، افضل حسین اور کمپیوٹر اسٹیشن انچارج پرش رام کوشک نے پوری دلچسپی اور لگن سے حصہ لیا ہے۔ کونسل ان سب کی شکر گزار ہے۔

© NCERT not to be republished

ترتیب

پیش لفظ *iii*

اس کتاب کے بارے میں *v*

نظم **1**

نظیرؔ اکبرآبادی **3**

آدمی نامہ 4

روٹیاں 7

اسمٰعیلؔ میرٹھی **9**

آبِ زُلال 10

سرورؔ جہان آبادی **11**

مادرِ وطن 14

علی سردارؔ جعفری **16**

اُردو 17

اخترؔ الایمان **19**

ایک لڑکا 20

© NCERT not to be republished

گیت 24

محمد عظمت اللہ خاں 25

پیارا پیارا گھر اپنا 26

شاد عارفی 28

رخصت ہوئی سہیلی 29

اختر شیرانی 32

روگ کا راگ 33

میراجی 35

اک بستی جانی پہچانی...... 36

جیون ایک مداری پیارے...... 38

یوں ہی جوت جلے گی، مورکھ 40

تنہا، سب سے دور، اکیلی 42

احسان دانش 44

پریت ہے من کا روگ 45

سلام مچھلی شہری 47

گیتوں کے ہروا گوندھوں گی 48

© NCERT not to be republished

منظوم ترجمہ 50

بھرتری ہری (مترجم امتیاز الدین خاں) 51

منظوم ڈراما 58

امانت لکھنوی 59

اندر سبھا 60

طویل نظم (شاہنامۂ اسلام) 73

حفیظؔ جالندھری 74

صحرا کی دُعا 75

© NCERT not to be republished

بھارت کا آئین

تمہید

ہَم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بَھارَت کو ایک مقتَدر، سمَاج وَادی، غیَر مَذہَبی عَوامی جَمھُوریَہ بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں۔

انصاف سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت

مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر 1949ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

1۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''مقتدر عوامی جمہوریہ'' کی جگہ (3-1-1977 سے)
2۔ آئینی (بیالیسویں ترمیم) ایکٹ، 1976 کے سیکشن 2 کے ذریعہ ''قوم کے اتحاد'' کی جگہ (3-1-1977 سے)

© NCERT not to be republished

5161CH01

نظم

نظم کے معنی ’’انتظام، ترتیب یا آرائش‘‘ کے ہیں۔ عام اور وسیع مفہوم میں یہ لفظ نثر کے مدِّ مقابل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد پوری شاعری ہوتی ہے۔ اس میں وہ تمام اصناف اور اسالیب شامل ہوتے ہیں جو ہیئت کے اعتبار سے نثر نہیں ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں غزل کے علاوہ تمام اصناف میں کی جانے والی شاعری کو ’’نظم‘‘ کہتے ہیں۔

عام خیال یہ ہے کہ نظم کا ایک مرکزی خیال ہوتا ہے جس کے گِرد پوری نظم کا تانا بانا بُنا جاتا ہے۔ خیال کے تدریجی ارتقا کو بھی نظم کی ایک خصوصیت کہا گیا ہے۔ طویل نظموں میں یہ ارتقا واضح ہوتا ہے۔ جب کہ مختصر نظموں میں یہ ارتقا واضح نہیں ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر ایک تاثّر کی شکل میں اُبھرتا ہے۔

نظم کے لیے نہ تو ہیئت کی کوئی قید ہے اور نہ موضوعات کی۔ چنانچہ اردو میں غزل اور مثنوی کی ہیئت میں، مختلف قسم کے بندوں پر مشتمل نظمیں اور آزاد و معرّا نظمیں بھی لکھی گئی ہیں۔ اس طرح کوئی بھی موضوع نظم کا موضوع ہوسکتا ہے۔

ہیئت کے اعتبار سے نظم کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں:

1. پابند نظم

ایسی نظم جس میں بحر کے استعمال اور قافیوں کی ترکیب میں مقرّرہ اصولوں کی پابندی کی گئی ہو، پابند نظم کہلاتی ہے۔ نئے انداز کی ایسی نظمیں بھی، جن کے بندوں کی ساخت مروّجہ ہیئتوں سے مختلف ہو یا جن کے مصرعوں میں قافیوں کی ترتیب مروجہ اصولوں کے مطابق نہ ہو، لیکن ان

not to be republished © NCERT

کے تمام مصرعے برابر ہوں اور ان میں قافیے کا کوئی نہ کوئی التزام ضرور پایا جائے، پابند نظم کہلاتی ہے۔

2. نظم معرّا

ایسی نظم جس کے تمام مصرعے برابر ہوں مگر ان میں قافیے کی پابندی نہ ہو، نظم معرّا کہلاتی ہے۔ کچھ لوگوں نے اسے نظم عاری بھی کہا ہے۔ آج کل اسے نظم معرّا ہی کہا جاتا ہے۔

3. آزاد نظم

ایسی نظم جس میں قافیے اور ردیف کی پابندی نہیں ہوتی اور اس کے ارکانِ بحر کم یا زیادہ ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کے مصرعے چھوٹے بڑے ہوسکتے ہیں، آزاد نظم کہلاتی ہے۔

4. نثری نظم

نثری نظم چھوٹی بڑی نثری سطروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس میں نہ تو ردیف اور قافیے کی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی بحر اور وزن کی۔

© NCERT not to be republished

نظیر اکبرآبادی

5161CH02

(1830 — 1740)

ولی محمد نام، نظیر تخلص تھا۔ دلّی میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں آگرہ چلے گئے۔ وہاں معلّمی کے فرائض انجام دیے اور ساری عمر آگرے میں گزار دی۔ نظیر نے مختلف شعری اصناف میں طبع آزمائی کی ہے لیکن وہ نظم گو شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ نظیر اکبرآبادی کا مشاہدہ وسیع تھا۔ انھوں نے زندگی کے تقریباً ہر پہلو کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ہندوستان کے رسم و رواج، میلوں ٹھیلوں، تفریحات و مشاغل پر جتنی نظمیں نظیر نے کہی ہیں، شاید کسی اور شاعر نے نہیں کہیں۔ نظیر کو زبان و بیان پر قدرت حاصل تھی۔ اُن کی زبان انتہائی صاف، سہل اور سادہ ہے اور وہ اُردو کے عوامی شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH03

آدمی نامہ

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی　　اور مفلس وگدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار وبے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی　　نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ابدال وقطب وغوث و ولی آدمی ہوئے　　منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے
کیا کیا کرشمے کشف وکرامات کے کیے　　حتیٰ کہ اپنے زہدوریاضت کے زور سے
خالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا　　شدّاد بھی بہشت بنا کر ہوا خُدا
نمرود بھی خدا ہی کہاتا تھا برملا　　یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی نار ہے اور آدمی ہی نور　　یاں آدمی ہی پاس ہے اور آدمی ہی دور
کل آدمی کا حسن وقبح میں ہے یاں ظہور　　شیطاں بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکروزوُر
اور ہادی و رہنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں　　بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن اور نماز یاں　　اور آدمی ہی اُن کی چُراتے ہیں جوتیاں
جو اُن کو تاڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

© NCERT not to be republished

یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے آدمی   اور آدمی کو تیغ سے مارے ہے آدمی
پگڑی بھی آدمی کی اُتارے ہے آدمی   چلّا کے آدمی کو پُکارے ہے آدمی
اور سُن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

چلتا ہے آدمی ہی مسافر ہو لے کے مال   اور آدمی ہی مارے ہے پھانسی گلے میں ڈال
یاں آدمی ہی صید ہے اور آدمی ہی جال   سچّا بھی آدمی ہی نکلتا ہے میرے لال
اور جھوٹھ کا بھرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی شادی ہے اور آدمی بیاہ   قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ
تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں خواہ مخواہ   دوڑے ہیں آدمی ہی مشعلیں جلا کے واہ
اور بیاہنے چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی نقیب ہو بولے ہے بار بار   اور آدمی ہی پیادے ہیں اور آدمی سوار
حقّہ صراحی جُوتیاں دوڑیں بغل میں مار   کاندھے پہ رکھ کے پالکی ہیں آدمی کہار
اور اُس پہ جو چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا   کہتا ہے کوئی لو کوئی کہتا ہے لا رے لا
اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خوانچا   کس کس طرح سے بیچیں ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل جواہر ہے بے بہا   اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہوگیا
کالا بھی آدمی ہے کہ اُلٹا ہے جوں توا   گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا سا چاند کا
بد شکل و بدنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اک آدمی ہیں جن کے یہ کچھ زرق برق ہیں   روپے کے اُن کے پاؤں ہیں سونے کے فرق ہیں
جھمکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں   کمخواب، تاش، شال، دوشالوں میں غرق ہیں
اور چیتھڑوں لگا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

© NCERT not to be republished

مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار نہلا دُھلا اُٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زار زار سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کا کاروبار
اور وہ جو مرگیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اشراف اور کمینے سے لے شاہ تا وزیر ہیں آدمی ہی صاحبِ عزّت بھی اور حقیر
یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر اچھّا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظؔیر
اور سب میں جو بُرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

(نظیر اکبرآبادی)

سوالات

1. اس نظم کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہے، ایسی نظم کو کیا کہتے ہیں؟
2. اس نظم میں آدمی کے جتنے روپ بیان کیے گئے ہیں ان میں سے دو دو ایسے روپ بیان کیجیے جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔
3. نظم میں کن لوگوں کے خدائی کا دعویٰ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے؟ نام لکھیے۔
4. شیطان کا شیطان فرشتے کا فرشتہ
انسان کی یہ بوالعجبی یاد رہے گی
یگاؔنہ کے اس شعر کو سامنے رکھتے ہوئے 'آدمی نامہ' پر مختصر نوٹ لکھیے۔

© NCERT not to be republished

5161CH04

روٹیاں

روٹی سے جس کا ناک تلک پیٹ ہے بھرا　　کرتا پھرے ہے کیا وہ اُچھل کود جا بجا
دیوار پھاند کر کوئی کوٹھا اُچھل گیا　　ٹھٹّھا ہنسی شراب صنم ساقی اس سوا
سو سو طرح کی دھوم مچاتی ہیں روٹیاں

جس جا پہ ہانڈی چولھا توا اور تنور ہے　　خالق کی قدرتوں کا اُسی جا ظہور ہے
چولھے کے آگے آگ جو جلتی حضور ہے　　جتنے ہیں نور سب میں یہی خاص نور ہے
اس نور کے سبب نظر آتی ہیں روٹیاں

آوے توے تنور کا جس جا زباں پہ نام　　یا چکّی چولھے کا جہاں گلزار ہو تمام
یاں سر جھکا کے کیجیے ڈنڈوت اور سلام　　اس واسطے کہ خاص یہ روٹی کے ہیں مقام
پہلے انھیں مکانوں میں آتی ہیں روٹیاں

ان روٹیوں کے نور سے سب دل ہیں پور پور　　آٹا نہیں ہے، چھلنی سے چھن چھن گرے ہے نور
پیڑا ہر ایک اس کا ہے برفی و موتی چور　　ہرگز کسی طرح نہ بجھے پیٹ کا تنور
اس آگ کو مگر یہ بجھاتی ہیں روٹیاں

پوچھا کسی نے یہ کسی کامل فقیر سے　　یہ مہر و ماہ حق نے بنائے ہیں کاہے کے
وہ سن کے بولا بابا خدا تجھ کو خیر دے　　ہم تو نہ چاند سمجھیں نہ سورج ہیں جانتے
بابا ہمیں تو یہ نظر آتی ہیں روٹیاں

پھر پوچھا اُس نے کہیے یہ ہے دل کا نور کیا　　اُس کے مشاہدے میں ہے کھلتا ظہور کیا
وہ بولا سن کے تیرا گیا ہے شعور کیا　　کشف القلوب اور یہ کشف القبور کیا
جتنے ہیں کشف سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

© NCERT not to be republished

روٹی نہ پیٹ میں ہو تو پھر کچھ جتن نہ ہو میلے کی سیر، خواہشِ باغ و چمن نہ ہو
بھوکے غریب دل کی خدا سے لگن نہ ہو سچ ہے کہا کسی نے کہ بھوکے بھجن نہ ہو
اللہ کی بھی یاد دلاتی ہیں روٹیاں

کپڑے کسی کے لال ہیں روٹی کے واسطے لمبے کسی کے بال ہیں روٹی کے واسطے
باندھے کوئی رومال ہیں روٹی کے واسطے سب کشف اور کمال ہیں روٹی کے واسطے
جتنے ہیں روپ سب یہ دکھاتی ہیں روٹیاں

دنیا میں اب بدی نہ کہیں اور نِکوئی ہے نا دشمنی و دوستی نا تند خوئی ہے
کوئی کسی کا اور کسی کا نہ کوئی ہے سب کوئی ہے اُسی کا کہ جس ہاتھ ڈوئی ہے
نوکر نفر غلام بناتی ہیں روٹیاں

روٹی کا اب ازل سے ہمارا تو ہے خمیر روکھی بھی روٹی حق میں ہمارے ہے شہد و شیر
یا پتلی ہووے موٹی خمیری ہو یا فطیر گیہوں کی جوار باجرے کی جیسی ہو نظیرؔ
ہم کو تو سب طرح کی خوش آتی ہیں روٹیاں

(نظیر اکبرآبادی)

سوالات

1. روٹی کے تعلق سے نظم کا پہلا بند دوسرے تمام بندوں سے مختلف ہے، کیوں؟ جواب دیجیے۔
2. نظم کے آخری بند پر چند جملوں میں روشنی ڈالیے۔
3. انسان کی زندگی میں روٹی کیسے کیسے تماشے دکھاتی ہے؟ اس موضوع پر مختصر نوٹ لکھیے۔

5161CH05

اسمٰعیل میرٹھی

(1917 — 1844)

محمد اسمٰعیل نام، اسمٰعیل تخلص تھا، میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ اس دور کے رواج کے مطابق انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر مکمل کی۔ میرٹھ کے ایک عالم، رحیم بیگ سے فارسی زبان کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کر کے انجینیئرنگ کا کورس پاس کیا۔ قوم کے بچوں کی تعلیم میں دلچسپی کی وجہ سے انھوں نے معلّمی کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے عہد کے اہم شاعروں مثلاً حالی اور شبلی کی طرح مولوی اسمٰعیل میرٹھی نے بھی اپنی شاعری کو بڑوں اور بچوں دونوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا اور درسی کتابیں بھی لکھیں۔ انھوں نے سادہ اور سلیس زبان میں اردو سکھانے کے ساتھ ان کتابوں میں اخلاقی موضوعات کو اس خوبی سے شامل کیا کہ پڑھنے والے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کے زیور سے بھی آراستہ ہو سکیں۔ اسمٰعیل میرٹھی نے ایسی کئی نظمیں لکھی ہیں جو صرف بچوں کے لیے ہیں اور ہر عہد میں ان کی معنویت اور افادیت برقرار رہی ہے۔ اسمٰعیل میرٹھی کا کلام ''کلّیاتِ اسمٰعیل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

© NCERT not to be republished

5161CH06

آبِ زُلال

دکھاؤ کچھ طبیعت کی روانی — جو دانا ہو تو سمجھو کیا ہے پانی
یہ مل کر دو ہواؤں سے بنا ہے — گرہ کُھل جائے تو فوراً ہَوا ہے
نظر ڈھونڈے مگر کچھ بھی نہ پائے — زباں چکھّے مزہ ہرگز نہ آئے
ہَواؤں میں لگایا خوب پھندا — انوکھا ہے تری قدرت کا دھندا
نہیں مشکل اگر تیری رضا ہو — ہَوا پانی ہو اور پانی ہوا ہو
مزاج اُس کو دیا ہے نرم کیسا — جگہ جیسی ملے بن جائے ویسا
نہیں کرتا جگہ کی کچھ شکایت — طبیعت میں رسائی ہے نہایت
نہیں کرتا کسی برتن سے کھٹ پٹ — ہر اک سانچے میں ڈھل جاتا ہے جھٹ پٹ
نہ ہو صدمے سے ہرگز ریزہ ریزہ — نہ ہو زخمی اگر لگ جائے نیزہ
نہ اُس کو تیر سے تلوار سے خوف — نہ اُس کو توپ کی بھرمار سے خوف
تواضع سے سدا پستی میں بہنا — جفا سہنا مگر ہموار رہنا
نہیں ہے سرکشی سے کچھ سروکار — نہ دیکھو گے کبھی تم اُس کا انبار
خزانہ گر بلندی پر نہ ہوتا — تو فوّارے سے وہ باہر نہ ہوتا
جو ہلکا ہو اُسے سر پر اُٹھائے — جو بھاری ہو اُسے غوطہ کِھلائے
نہ جلتا ہے نہ گلتا ہے نہ سڑتا — نِرا پانی نہیں ہرگز بگڑتا
کسی عنوان سے ہوگا نہ نابود — وہی پانی کا پانی دودھ کا دودھ

© NCERT not to be republished

لگے گرمی تو اُڑ جائے ہَوا پر ـــ پڑے سردی تو بن جاتا ہے پتھّر
ہَوا میں مل کے غائب ہو نظر سے ـــ کبھی اوپر سے بادل بن کے برسے
ہوا پر چڑھ کے پہنچے سیکڑوں کوس ـــ کبھی اولا کبھی پالا کبھی اوس
کُہر ہے بھاپ ہے پانی ہے یا برف ـــ کئی صیغوں میں ہے ایک اصل کی صَرف
اُسی کے دم سے دنیا میں ترَی ہے ـــ اُسی کی چاہ سے کھیتی ہری ہے
پھلوں میں پھول میں ہر پنکھڑی میں ـــ ہر اک ٹہنی میں ہر بوٹی جڑی میں
ہر اک ریشے میں ہے اُس کی رسائی ـــ غِذا ہے جڑ سے کونپل تک چڑھائی
پھَلوں کا ہے اُسی سے تازہ چہرہ ـــ اُسی کے سر پہ ہے پھولوں کا سہرا
اُسی کو پی کے جیتے ہیں سب انساں ـــ اُسی سے تازہ دَم ہیں سارے حَیواں
یہی معدے کو پہنچاتا رَسَد ہے ـــ یہی تخلیق میں کرتا مدد ہے
عمارت کا بسایا اُس نے کھیڑا ـــ تجارت کا کیا ہے پار بیڑا
زراعت اس کی موروثی اسامی ـــ صناعت کے بھی اوزاروں کا حامی
کہیں ساگر کہیں کھاڑی کہیں جھیل ـــ کہیں جمنا کہیں گنگا کہیں نیل
یہی پہلے زمیں پر موج زن تھا ـــ نہ میداں تھا نہ پربت تھا نہ بَن تھا
زمیں پوشیدہ تھی اُس کے بغل میں ـــ نہ تھا کچھ فرق جل میں اور تھل میں
نہ بستی تھی نہ ٹاپوٗ تھا کہیں پر ـــ اُسی کا دَور دورہ تھا زمیں پر
مگر دنیا میں یکسانی کہاں ہے ـــ جو اَب دیکھو تو وہ پانی کہاں ہے
یہاں ہر چیز ہے کروٹ بدلتی ـــ ہر اک حالت ہے چڑھتی اور ڈھلتی
کوئی شے ہو، ہَوا ہو یا ہو پانی ـــ سبھی کو ہے بڑھاپا اور جوانی
رہا باقی نہ وہ پانی کا ریلا ـــ اُسے خشکی نے پستی میں دھکیلا
زمیں آہستہ آہستہ گئی چوس ـــ چھپائے مال کو جس طرح کنجوس

© NCERT not to be republished

تَری کا جب کہ دامن ہوگیا چاک
تو خشکی نے اُڑائی جابہ جا خاک

پہاڑ اُبھرے ہوئے میدان پیدا
ہوئے میداں میں نخلستان پیدا

تَری کا گو ابھی پَلّہ ہے بھاری
لڑائی ہے مگر دونوں میں جاری

کیا کرتے ہیں دونوں کاٹ اور چھانٹ
چلی جاتی ہے باہم لاگ اور ڈانٹ

تَری ہر دم چلی جاتی ہے اٹتی
کبھی خشکی بھی ہے کایا پلٹتی

تَری کا تین چوتھائی میں ہے راج
تو خشکی ایک چوتھائی میں ہے آج

نہیں چلتی تری کی سینہ زوری
زمیں اِک روز رہ جائے گی کوری

پہن رکھا تھا جب آبی لبادہ
مٹاپا بھی زمیں کا تھا زیادہ

مگر اب دن بہ دن چڑھتی ہے خشکی
تَری گھٹتی ہے اور بڑھتی ہے خشکی

کمی بیشی نہیں آتی نظر کچھ
بہت عمروں میں ہوتا ہے اثر کچھ

(اسمٰعیل میرٹھی)

سوالات

1. پانی کے سدا پستی میں بہنے کی شاعر نے کیا وجہ بیان کی ہے؟
2. پانی کے پتھر بن جانے سے کیا مراد ہے؟
3. جب کہیں بستی اور ٹاپو نہیں تھے تو زمین پر کس کا دَور دَورہ تھا؟
4. زمین کے تین چوتھائی حصّے میں کس کا راج ہے؟
5. شاعر نے ''آبِ زُلال'' کی کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟

© NCERT not to be republished

سرورؔ جہان آبادی

(1910-1873)

درگا سہائے سرور، جہان آباد، ضلع پیلی بھیت کے رہنے والے تھے۔ سرور کے والد منشی پیارے لال طبابت کرتے تھے۔ گھر میں فارسی اور اردو کا چرچا تھا۔ لڑکپن ہی سے شعر وسخن کی طرف مائل ہوگئے۔ 'ادیب' اور 'مخزن' میں ان کا کلام نمایاں طور پر شائع ہوتا تھا۔ عین جوانی میں بیوی کا انتقال ہوگیا۔ ایک سال کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ بھی داغِ مفارقت دے گیا۔ ان صدمات کا ان کے دل و دماغ پر شدید اثر ہوا۔ ہر وقت غم زدہ رہنے لگے۔ بالآخر سینتیس سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

سرور جہان آبادی اٹھتے بیٹھتے شاعری میں مگن رہتے تھے۔ انھوں نے اگرچہ غزلیں بھی کہی ہیں، لیکن نظم گو کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ سچّے وطن پرست تھے، وطنی اور قومی موضوعات پر ڈوب کر لکھا ہے۔ ان کے یہاں ہندوستان کی مٹی اور ماحول کا گہرا احساس ہے۔ ان کی شعری فضا میں گنگا، جمنا، کوئل، بھونرا، پدمنی، دمینتی، ہنس وغیرہ کے ذکر سے خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ وہ وطن کا تصوّر ماں کی حیثیت سے کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک تو ہندوستانی بوباس اور وطن سے محبت کی کیفیت ہے، دوسرے غم ناکی کا احساس ہے جو گہری دردمندی میں ڈھل جاتا ہے۔ انھوں نے حُسنِ فطرت پر بھی بہت اچھی نظمیں لکھی ہیں۔ ''جامِ سرور'' اور ''خم خانۂ سرور'' ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔

not to be republished © NCERT

5161CH08

مادرِ وطن

واہ! یہ جاں بخش پانی، یہ ہوائے خوش گوار
یہ تر و شاداب و شیریں میوہ ہائے خوش گوار

ٹھنڈی ٹھنڈی عِطر میں ڈوبی ہوئی بادِ جنوب
سبز کھیتوں کی ہوائیں اور یہ میدانوں کی دوب

ظِلِّ شفقت ہو ترا اے مادرِ مُشفِق دراز
خاک پر کیا کیا تری، تیرے مکینوں کو ہے ناز

اُف! یہ تیری چاندنی راتوں کے منظر خوش نما
واہ! یہ اشجار، یہ پھولوں کے زیور خوش نما

سَو تبسم تیرے اندازِ تکلم پر نثار
دل کو کرتی ہیں تری دل کش صدائیں بے قرار

سرزمینِ عیش ہے اے مادرِ دل سوز توٗ
آرزوؤں کی ہے بزمِ انبساط افروز توٗ

تو جوانوں کی ہے ہمت، توٗ دلیروں کی سِپر
کانپتے ہیں دشمنوں کے تیری ہیبت سے جگر

نورِ دانش توٗ، فروغِ جلوۂ ایماں ہے توٗ
دل ہے توٗ، سرمایۂ صبر و شکیبِ جاں ہے توٗ

قوتِ بازوٗ ہے میری، مادرِ غم خوار توٗ
سینۂ پُر غم میں میرے ہے نفس کا تار توٗ

تیرا دیواستھان دیوی دل کے کاشانے میں ہے
تیری تصویرِ مقدس ہر صنم خانے میں ہے

سرسوتی کا روپ ہے، دُرگا کا ہے اَوتار توٗ
نُطق و دانش کی ہے دیوی، مادرِ غم خوار توٗ

واہ یہ سُندر چھب تری، یہ سانولی صورت تری
دل کے مندِر کی ہے زینت موہنی مورت تری

یہ تبسم ہائے شیریں، یہ ادائے دل نواز
واہ! یہ شفقت بھری تیری صدائے دل نواز

سبزۂ خود رو کا گہوارہ ہے تیری سرزمیں
تختۂ خلد بریں ہے تیری خوش منظر زمیں

پاک گنگا جل سے ہے بڑھ کر ترا آبِ طہور
تیرے پاکیزہ ثمر ہیں میوۂ شاخِ سرور

آسماں کے نور کی ہے جلوہ گاہِ ناز توٗ
خلد کی ہے پاک دیوی، مادرِ دم ساز توٗ

(سرور جہان آبادی)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. نظم کے پہلے بند میں شاعر وطن کی کن کن چیزوں کی تعریف کر رہا ہے؟
2. مادرِ وطن کو آرزوؤں کی بزمِ انبساط کیوں کہا گیا ہے؟
3. مادرِ وطن کو قوتِ بازو اور غم خوار کہنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
4. شاعر کو وطن کا جلوہ کہاں کہاں نظر آتا ہے؟
5. نظم کے آخری بند کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھیے۔

© NCERT not to be republished

علی سردار جعفری

5161CH09

(2000 — 1913)

سید علی سردار جعفری بلرام پور، ضلع گونڈہ، اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ، دہلی اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی ترقی پسند تحریک میں شامل ہو گئے۔ لکھنؤ سے ایک رسالہ 'نیا ادب' نکالا۔ ممبئی میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

سردار جعفری کی شاعری میں سیاسی، قومی شعور، قوّت اور توانائی، اُمنگ اور عوامی مسائل کی عکّاسی ملتی ہے اور انسان دوستی کے جذبات بھی نمایاں ہیں۔ انھوں نے ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز اُٹھائی۔ طبقاتی کشمکش ان کی نظموں کا خاص موضوع ہے۔ 'نئی دنیا کو سلام'، 'خون کی لکیر'، 'ایشیا جاگ اُٹھا'، 'امن کا ستارہ'، 'پتھر کی دیوار' اور 'ایک خواب اور' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ نثر میں بھی ان کی کئی کتابیں ہیں۔ ان میں 'ترقی پسند ادب'، 'لکھنؤ کی پانچ راتیں' اور 'پیغمبرانِ سُخن' معروف ہیں۔

سردار جعفری کی نظم 'اردو' بہت سے اردو اداروں میں ترانے کے طور پر گائی جاتی ہے۔ اس نظم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں اپنے وطن کی سرزمین سے اردو کے رشتے کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اردو کے لسانی ماحول اور اردو کلچر کی وسیع المشربی اور رواداری کے عناصر کی نشاندہی بہت خوبصورتی کے ساتھ کی گئی ہے۔ اردو نے ہندوستان کے موسموں، مناظر، تاریخی روایات اور ہندوستان کے صوفیوں سنتوں کی بانی سے ہمیشہ فیض اٹھایا ہے۔ سردار جعفری کی یہ نظم اس پورے تجربے کا احاطہ بھی بہت دل آویز انداز میں کرتی ہے۔

© NCERT not to be republished

اُردو

5161CH10

ہماری پیاری زبان اردو
ہمارے نغموں کی جان اردو
حسین دل کش جوان اردو
زبان وہ، دُھل کے جس کو گنگا کے جل سے پاکیزگی ملی ہے
اوَدھ کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے جس کے دل کی کلی کھِلی ہے
جو شعر و نغمہ کے خُلد زاروں میں آج کوئل سی کوکتی ہے

اِسی زباں میں ہمارے بچپن نے ماؤں سے لوریاں سنی ہیں
جوان ہو کر اسی زباں میں کہانیاں عشق کی کہی ہیں
اسی زباں کے چمکتے ہیروں سے علم کی جھولیاں بھری ہیں

اسی زباں سے وطن کے ہونٹوں نے نعرۂ انقلاب[1] پایا
اسی سے انگریز حکمرانوں نے خودسری کا جواب پایا
اسی سے میری جواں تمنّا نے شاعری کا رَباب پایا

یہ اپنے نغماتِ پُر اثر سے دلوں کو بیدار کر چکی ہے
یہ اپنے نعروں کی فوج سے دشمنوں پہ یلغار کر چکی ہے

1۔ تحریکِ آزادی کا سب سے مشہور نعرہ ''انقلاب زندہ باد'' اُردو زبان ہی کی دین ہے۔

© NCERT not to be republished

ستم گروں کی ستم گری پر ہزار ہا وار کر چکی ہے
یہ وہ زباں ہے کہ جس نے زنداں کی تیرگی میں دیے جلائے
یہ وہ زباں ہے کہ جس کے شعلوں سے جل گئے پھانسیوں کے سائے
فرازِ دار و رَسن سے بھی ہم نے سرفروشی کے گیت گائے

چلے ہیں گنگ وجَمن کی وادی میں ہم ہوائے بَہار بن کر
ہمالیہ سے اُتر رہے ہیں ترانۂ آبشار بن کر
رواں ہیں ہندوستاں کی رگ رگ میں خون کی سُرخ دھار بن کر

ہماری پیاری زبان اردو
ہمارے نغموں کی جان اردو
حسین دل کش جوان اردو

(علی سردار جعفری)

سوالات

1. پہلے بند میں شاعر نے اردو کے ساتھ اپنے عشق کا اظہار کس طرح کیا ہے؟
2. بچپن، جوانی اور علم وآ گہی کی منزلوں میں اردو کس کس طرح ہمارے ساتھ رہی ہے؟
3. تحریکِ آزادی میں اردو کا کیا رول رہا ہے؟
4. ہندوستان کی زینت ہندوستانیوں سے ہے— اس حقیقت کا اظہار شاعر نے نظم کے تین مصرعوں میں کیا ہے، وہ تین مصرعے کون سے ہیں؟

© NCERT not to be republished

5161CH11

اخترالایمان

(1995 —1915)

اختر الایمان، نجیب آباد، ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد کچھ مدّت تک وہ دلّی کالج میں زیرِ تعلیم رہے اور دہلی یونیورسٹی سے بی۔اے کیا۔ شروع میں محکمۂ سِول سپلائی میں کام کیا، کچھ مدّت تک آل انڈیا ریڈیو میں رہے۔ اس کے بعد ممبئی جا کر فلموں سے وابستہ ہو گئے۔ ان کی نظموں کے چھے مجموعے 'گرداب' (1943)، 'تاریک سیّارہ' (1946)، ایک منظوم تمثیل 'سب رنگ' (1948) 'آبِ جو' (1959)، 'یادیں' (1961)، 'بنتِ لمحات' (1969) 'نیا آہنگ' (1977) شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا کلّیات 'سروساماں' (1984) میں منظرِ عام پر آیا۔ ان کی خود نوشت کا نام 'اس آباد خرابے میں' ہے۔ چوتھے مجموعے 'یادیں' پر (1962) میں انھیں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ دیا گیا۔ اقبال اعزاز کے علاوہ متعدد صوبائی اکادمیوں نے بھی انھیں اعزازات اور انعامات سے نوازا۔

اختر الایمان کی نظموں میں ایک فلسفیانہ تجسّس کی کیفیت ملتی ہے۔ نظم نگاری میں انھوں نے اپنی راہ الگ بنائی ہے۔ نیکی اور بدی کی کش مکش، وقت کی اہمیت، خواب اور حقیقت کا تصادم اور انسانی رشتوں کی دھوپ چھاؤں اُن کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ وہ براہِ راست انداز کے بجائے رمزیہ انداز کے شاعر ہیں۔ ان کے یہاں خود کلامی اور مکالمے کی کیفیت ملتی ہے۔ اختر الایمان اردو نظم کے ممتاز شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH12

ایک لڑکا

دیارِ شرق کی آبادیوں کے اونچے ٹیلوں پر
کبھی آموں کے باغوں میں، کبھی کھیتوں کی مینڈوں پر
کبھی جھیلوں کے پانی میں، کبھی بستی کی گلیوں میں
کبھی کچھ نیم عریاں کم سِنوں کی رنگ رلیوں میں
سحر دم جھٹپٹے کے وقت، راتوں کے اندھیرے میں
کبھی میلوں میں، ناٹک ٹولیوں میں، ان کے ڈیرے میں
تعاقب میں کبھی گم تِتلیوں کے، سُونی راہوں میں
کبھی ننّھے پرندوں کی نہُفتہ خواب گاہوں میں
برہنہ پاؤں، جلتی ریت، یخ بستہ ہواؤں میں
کبھی ہم سِن حسینوں میں بہت خوش کام و دل رفتہ
کبھی پیچاں بگولا ساں، کبھی جیُوں چشمِ خوں بستہ
ہوا میں تیرتا، خوابوں میں بادل کی طرح اڑتا
پرندوں کی طرح شاخوں میں چھپ کر جھولتا، مڑتا
مجھے اک لڑکا آوارہ منش آزاد سیلانی
مجھے اک لڑکا، جیسے تند چشموں کا رواں پانی
نظر آتا ہے یوں لگتا ہے جیسے یہ بلائے جاں
مرا ہمزاد ہے، ہر گام پر ہر موڑ پر جولاں

© NCERT not to be republished

اسے ہمراہ پاتا ہوں، یہ سائے کی طرح میرا
تعاقب کر رہا ہے، جیسے میں مفرور ملزم ہوں
یہ مجھ سے پوچھتا ہے: اخترالایمان تم ہی ہو؟

خدائے عزّ وجل کی نعمتوں کا معترف ہوں میں
مجھے اقرار ہے، اس نے زمیں کو ایسے پھیلایا
کہ جیسے بستر کمخواب ہو، دیبا و مخمل ہو
مجھے اقرار ہے، یہ خیمۂ افلاک کا سایا
اسی کی بخششیں ہیں، اس نے سورج چاند تاروں کو
فضاؤں میں سنوارا اک حدِ فاصل مقرر کی
چٹانیں چیر کر دریا نکالے، خاکِ اسفل سے
مری تخلیق کی، مجھ کو جہاں کی پاسبانی دی
سمندر، موتیوں مونگوں سے، کانیں لعل و گوہر سے
ہوائیں مست کن خوشبوؤں سے معمور کردی ہیں
وہ حاکم قادرِ مطلق ہے، یکتا اور دانا ہے
اندھیرے کو اجالے سے جدا کرتا ہے، خود کو میں
اگر پہچانتا ہوں، اس کی رحمت اور سخاوت ہے
اسی نے خسروی دی ہے لئیموں کو، مجھے نکبت
اسی نے یاوہ گویوں کو مرا خازن بنایا ہے
تونگر، ہرزہ کاروں کو کیا، دریوزہ گر مجھ کو
مگر جب جب کسی کے سامنے دامن پسارا ہے
یہ لڑکا پوچھتا ہے: اخترالایمان تم ہی ہو؟

معیشت دوسروں کے ہاتھ میں ہے، میرے قبضے میں
جز اک ذہنِ رسا کچھ بھی نہیں، پھر بھی مگر مجھ کو
خروشِ عمر کے اتمام تک اک بوجھ اٹھانا ہے
عناصر منتشر ہو جانے، نبضیں ڈوب جانے تک
نوائے صبح ہو یا نالۂ شب، کچھ بھی گانا ہے
ظفرمندوں کے آگے رزق کی تحصیل کی خاطر
کبھی اپنا ہی نغمہ ان کا کہہ کر مسکرانا ہے
وہ خامہ سوزی شب بیداریوں کا جو نتیجہ ہے
اسے اک کھوٹے سکّے کی طرح سب کو دکھانا ہے
کبھی جب سوچتا ہوں اپنے بارے میں تو کہتا ہوں
کہ تو اک آبلہ ہے، جس کو آخر پھوٹ جانا ہے
غرض گرداں ہوں بادِ صبح گاہی کی طرح لیکن
سحر کی آرزو میں شب کا دامن تھامتا ہوں جب
یہ لڑکا پوچھتا ہے: اخترالایمان تم ہی ہو؟

یہ لڑکا پوچھتا ہے جب، تو میں جھلّا کے کہتا ہوں
وہ آشفتہ مزاج، اندوہ پرور، اضطراب آسا
جسے تم پوچھتے رہتے ہو، کب کا مر چکا ظالم
اسے خود اپنے ہاتھوں سے کفن دے کر فریبوں کا
اسی کی آرزوؤں کی لحد میں پھینک آیا ہوں
میں اس لڑکے سے کہتا ہوں: وہ شعلہ مر چکا جس نے

کبھی چاہا تھا اک خاشاک عالم پھونک ڈالے گا
یہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے:
یہ کِذب و اِفترا ہے، جھوٹ ہے، دیکھو میں زندہ ہوں

(اختر الا یمان)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. لڑکا جب شہری زندگی میں داخل ہوتا ہے تو اس میں کیا تبدیلی آجاتی ہے؟
2. شہری لڑکا خدا کی کن نعمتوں کا اعتراف کر رہا ہے؟
3. رزق کی تحصیل کی خاطر لڑکا کیا کیا کرتا ہے؟
4. اس نظم میں شاعر نے اپنی کس کشمکش کا اظہار کیا ہے؟

5161CH13

گیت

جو نظمیں اکیلے یا کئی لوگوں کے ساتھ گانے کے لیے لکھی یا بنائی جائیں اور جن کی زبان سادہ ہو اور جن میں روزمرہ کی مقامی زندگی کا ذکر ہو انھیں گیت کہا جاتا ہے۔ گیت کے موضوعات بہت سے ہو سکتے ہیں۔ ہمارے گیتوں کا تعلق موسموں ،فصلوں اور مختلف رسموں سے ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کے گیت بہت مقبول ہیں۔ زبان اور آہنگ کے اعتبار سے گیت میں دل کے تاروں کو چھو لینے والی کیفیت ہوتی ہے اور اس کے بول عام طور پر بہت سادہ ہوتے ہیں۔ گیت صرف لکھے اور پڑھے ہی نہیں جاتے رہے ہیں بلکہ وہ سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل بھی ہوتے رہے ہیں۔ گیت کی فضا رومان پرور ہوتی ہے اور گیت کی یہ ترنگ ایسے تمام موضوعات میں برقرار رہتی ہے جن کا وہ احاطہ کرتا ہے۔ موسموں کے رنگ، پیار کی ترنگ، زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں' الجھنیں اور معاشرے کے مختلف روپ' یہ تمام چیزیں مل کر گیت کی ست رنگی دھنک بناتے ہیں۔ گیت شاید شاعری کی وہ واحد صنف ہے جس کو پڑھنے یا سمجھنے کے لیے لغت کی ضرورت کم سے کم پڑتی ہے۔

دوسری زبانوں کی طرح اردو میں بھی ایسے بے شمار گیت ہیں جو زبان زد عام ہیں اور جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لکھنے والے کون تھے۔ تاہم ایک صنفِ شاعری کے طور پر اردو میں باقاعدہ گیت نگاری کی بھی ایک تاریخ رہی ہے۔ اردو کے گیت نگاروں میں عظمت اللہ خاں، حفیظ جالندھری، آغا حشر، بہزاد لکھنوی، آرزو لکھنوی، اختر شیرانی، شاد عارفی، احسان دانش، میرا جی، مخدوم، سلام مچھلی شہری، راجہ مہدی علی خاں، مختار صدیقی، قتیل شفائی، عبد الحمید عدم، جمیل الدین عالی، عمیق حنفی، ندا فاضلی اور زبیر رضوی وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH14

محمد عظمت اللہ خاں

(1940—1887)

محمد عظمت اللہ خاں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان دہلی کے ممتاز گھرانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ان کے ننھیالی بزرگ شاہانِ مغلیہ کے خاص مقربین میں تھے۔ اس بنا پر انھیں ''خان'' کا خاندانی خطاب عطا ہوا تھا۔ وہ ایک ذہین اور ہونہار طالب علم تھے۔ فلسفہ، نفسیات اور سیاسیات ان کی دلچسپی کے خاص مضمون تھے۔ انھیں اردو کے ساتھ ساتھ، انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ ان کی نثر دہلی کی ٹھیٹھ اردو میں ہوتی تھی لیکن شاعری میں انھوں نے اپنی الگ ہی راہ نکالی۔ شاعری میں بھی گیت انھیں زیادہ پسند تھے۔ ان کی شاعری کی ایک خصوصیت اس کا سریلا پن ہے۔ انھوں نے اپنے گیتوں اور نظموں کے مجموعے کا نام بھی 'سریلے بول' ہی رکھا۔ دہلی کے زمانہ قیام میں انھوں نے باقاعدہ ہندی بھی سیکھی تھی اور کہا جاتا ہے کہ انھوں نے کچھ دن سنسکرت کے ایک پنڈت کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ اردو میں ہندی لفظوں اور بحروں کا استعمال عظمت اللہ خاں کے اثر سے مقبول ہوا۔ مولوی عبدالحق نے جنوری 1926 کے رسالہ ''اردو'' میں محمد عظمت اللہ خاں کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا ''محمد عظمت اللہ خاں نے اردو میں ایک نئی راہ نکالی ہے۔ ایک تو انھوں نے ہندی بحریں اختیار کی ہیں دوسرے ہندی الفاظ کا بڑی خوبی سے استعمال کیا ہے تیسرے ہمارے معاشرے کی خوب تصویر کھینچی ہے۔''

© NCERT not to be republished

5161CH15

پیارا پیارا گھر اپنا

وہ چین کہاں اپنے گھر کا وہ بات کہاں اپنے گھر کی　　پیارا پیارا گھر اپنا
وہ راج کہاں اپنے گھر کا وہ رات کہاں اپنے گھر کی　　آنکھوں کا تارا گھر اپنا

سکھ چین اگر دنیا میں ہے اپنے ہی گھر میں ملتا ہے　　سکھ کا سہارا گھر اپنا
دکھ درد کی گر کوئی دوا ہے اپنے ہی گھر کی سیوا ہے　　دکھ کا مداوا گھر اپنا

وہ گھر والی سندر چترا گھر کی سیوا کرنے والی　　دل کا دلاسا گھر اپنا
آرام ہمیں دینے والی آپ مصیبت بھرنے والی　　جان سے پیارا گھر اپنا

آنکھوں کے تارے لاڈلے گھر کے سب مل کر گھر سر پہ اٹھاتے　　دودھوں نہایا گھر اپنا
ہنستے ہنساتے روٹھتے منتے سنتے کہانی سوتے سلاتے　　بسا بسایا گھر اپنا

ہم پر جان چھڑکنے والا وہ پروان چڑھانے والا　　پالنے والا گھر اپنا
وہ بلوان بنانے والا وہ انسان بنانے والا　　ڈھالنے والا گھر اپنا

جڑ بنیاد وطن کی گھر ہے وطن گھروں کا اپنے گھر ہے　　اپنے گھروں کا گھر اپنا
اپنے گھر پہ نثار وطن ہے اور وطن کے صدقے گھر ہے　　وطن کا شیدا گھر اپنا

© NCERT not to be republished

وطن کی چاہت اپنے گھر سے وطن کی طاقت اپنے گھر سے وطن کا پیارا گھر اپنا
وطن کی دولت اپنے گھر سے وطن کی عزّت اپنے گھر سے راج دلارا گھر اپنا

(محمد عظمت اللہ خاں)

سوالات

1. اپنے ہی گھر کی سیوا کو دکھ درد کی دوا کیوں کہا گیا ہے؟
2. گھر دل کا دلاسا اور جان سے پیارا ہوتا ہے۔ اس بات کے لیے شاعر نے کیا دلیل دی ہے؟
3. گھر سر پہ اٹھانے کا کیا مطلب ہے؟
4. وطن کی چاہت اور عزّت اپنے گھر سے کیوں ہے؟

© NCERT not to be republished

5161CH16

شاؔد عارفی

(1964 — 1900)

شاد عارفی کا وطن رام پور (یوپی) تھا۔ ان کا پہلا مجموعہ ''سماج'' 1946 میں شائع ہوا۔ کچھ اپنی افتادِ طبع کے باعث، کچھ حالات کی خرابی کے نتیجے میں، شاد عارفی نے شاعری کا جو اسلوب اختیار کیا اس میں تیکھے پن، طنز اور تلخی کے عناصر بہت نمایاں ہیں۔ رام پور کی معاشرتی زندگی میں جاگیردارانہ قدروں اور روایتوں کے رنگ بہت گہرے تھے۔ شاد عارفی نے اپنے ماحول اور گرد و پیش کو ناقدانہ نظروں سے دیکھا۔ اپنی کئی نظموں میں انھوں نے سامنتی اور جاگیردارانہ اندازِ زندگی کا مذاق اڑایا ہے۔ غربت کی زندگی اور ناقدری کے احساس نے ان کے مزاج کی کڑواہٹ میں مزید اضافہ کیا۔ یوں بھی شاد عارفی ایک کھلا ذہن رکھنے والے صاف گو انسان تھے۔ اشعار میں بھی کھری کھری باتیں کی ہیں۔ امیروں اور رئیسوں کی زندگی کو طنز اور تمسخر کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کی ایک نظم ''ابھی جبل پور جل رہا ہے'' جبل پور، مدھیہ پردیش کے فرقہ وارانہ فسادات پر بہت مشہور ہوئی۔

غزل میں ان کا رنگ یگانہ سے مماثل ہے۔ اس میں شگفتگی اور لطافت سے زیادہ کھردرا پن، بے تکلفی اور طنز نمایاں ہیں۔ لیکن اپنے کھرے پن، ناہمواری اور نثریت کے باعث شاد کی غزل ایک نئے جمالیاتی ذائقے کا پتہ دیتی ہے۔ نئی غزل کے اوّلین نشانات جن شاعروں کے یہاں ملتے ہیں، ان میں شاد کا نام بھی شامل ہے۔ زندگی سے ان کا رشتہ ہمیشہ حریفانہ رہا۔ زندگی کی طرح ان کی شاعری میں بھی مزاحمت کا عنصر بہت واضح ہے۔ ان کے مجموعے ''شوخیِ تحریر'' اور ''سفینہ چاہیے'' جدید نظم و غزل کے نمائندہ مجموعوں میں شامل ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH17

رُخصت ہوئی سہیلی

رخصت ہوئی سہیلی
سنسان ہے اٹریا
ویران ہے حویلی
رخصت ہوئی سہیلی

☆

جھولا پڑا ہے سوُنا
غم ہوگیا ہے دوُنا
جاتی ہے آج گھر سے
بچپن کی ساتھ کھیلی
رخصت ہوئی سہیلی

☆

گیندے پہ ہے اداسی
جوہی پڑی ہے پیاسی
حسرت سے دیکھتی ہے
چپکی کھڑی چنبیلی
رخصت ہوئی سہیلی

☆

© NCERT not to be republished

پنچھی ہے بے ٹھکانہ
ڈالے گا کون دانہ
طوطا ہے دل شکستہ
مینا ہوئی اکیلی
رخصت ہوئی سہیلی

☆

اے دل تری دہائی
ہوتی ہے وہ پرائی
ممتا نے جس کی خاطر
بپتا ہزار جھیلی
رخصت ہوئی سہیلی

☆

ماں باپ کی دلاری
دلہن بنی ہے پیاری
اللہ راس لائے
مہندی رچی ہتھیلی
رخصت ہوئی سہیلی

☆

کیا خوب یہ گھڑی ہے
ہر آنکھ رو پڑی ہے
تو نے تو اے دُلہنیا

© NCERT not to be republished

سکھیوں کی جان لے لی
رخصت ہوئی سہیلی

(شاد عارفی)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. گیت کا عنوان کس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟
2. سہیلی کے رخصت ہونے سے گھر اور ماحول پر کیا کیفیت طاری ہے؟
3. اللہ راس لائے
مہندی رچی ہتھیلی
ان دونوں مصرعوں میں شاعر، دلہن کو کیا دعا دے رہا ہے؟
4. کیا خوب یہ گھڑی ہے
ہر آنکھ رو پڑی ہے
یہاں پر رونے کے ساتھ ''خوب'' کا لفظ کس صورتِ حال کی عکّاسی کر رہا ہے؟

اختر شیرانی

(1948 —1905)

داؤد خاں نام، اختر تخلص، مشہور محقق حافظ محمود خاں شیرانی کے بیٹے تھے۔ ٹونک میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت لاہور میں ہوئی۔ یہاں ان کے والد اورینٹل کالج لاہور میں استاد تھے۔ اختر شیرانی نے لاہور کے کئی مشہور ادبی رسائل ''ہمایوں''، ''خیالستان''، ''شاہکار'' اور ''انتخاب'' میں ادارتی فرائض انجام دیے۔ عین جوانی میں انتقال ہوا۔

اختر شیرانی نے غزلیں بھی کہیں اور نظمیں بھی۔ لیکن وہ اپنی عشقیہ نظموں کے باعث زیادہ مشہور ہوئے۔ وہ حسن و عشق کے لطیف جذبات مترنم انداز میں اور عاشق کے واردات قلبی کو پُر اثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کے یہاں حسن پرستی اور سرمستی ہے۔ اختر کی رومانیت خواب و خیال سے زیادہ ہماری اپنی دھرتی اور اُس کے حسن کے ارد گرد گھومتی ہے اس لیے مانوس معلوم ہوتی ہے۔ اختر نے گیتوں کے علاوہ سانیٹ بھی لکھے۔ ان کی نظموں کا دوسرا موضوع حب الوطنی ہے۔ ان کی نظمیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی محبت اور وطن کی خاطر کسی بھی قربانی کے لیے تیار ہیں۔

''پھولوں کے گیت''، ''شعرستان''، ''صبحِ بہار''، ''نغمۂ حرم''، ''طیورِ آوارہ''، ''اختر ستان''، ''لالۂ طور''، شہہ رو'' اور ''شبستان'' ان کے شعری مجموعے ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH19

روگ کا راگ

انھیں جی سے میں کیسے بھلاؤں سکھی   مرے جی کو آ کے لُبھا ہی گئے
مرے من میں درد بسا ہی گئے   مجھے پریت کا روگ لگا ہی گئے

کیے میں نے ہزار جتن   کہ بچا رہے پریت کی آگ سے من
مرے من میں اُبھار کے اپنی لگن   وہ لگاؤ کی آگ لگا ہی گئے

بڑے سُکھ سے یہ بیتے تھے چودہ برس   کبھی میں نے پیا نہ تھا پریم کا رس
مری آنکھوں کو شیام دِکھا کے درس   میرے ہِردے میں چاہ بسا ہی گئے

کبھی سپنوں کی چھاؤں میں سوئی نہ تھی   کبھی بھول کے دُکھ سے میں روئی نہ تھی
مجھے پریم کے سپنے دکھا ہی گئے   مجھے پریت کے دُکھ سے رُلا ہی گئے

رہے رات کی رات، سدھار گئے   مجھے سپنا سمجھ کے بسار گئے
میں تھی ہار، گلے سے اُتار گئے   میں دِیا تھی جسے وہ بُجھا ہی گئے

سکھی کوئلیں ساؤنی گائیں گی پھر   نئی کلیاں بھی چھاؤنی چھائیں گی پھر
مرے چین کی راتیں نہ آئیں گی پھر   جنھیں نین کے نیر مٹا ہی گئے

© NCERT not to be republished

میرے جی میں تھی، بات چھُپائے رکھوں سکھی چاہ کو من میں دبائے رکھوں
اُنھیں دیکھ کے آنسو جو آہی گئے مری چاہ کا بھید وہ پا ہی گئے

(اختر شیرانی)

سوالات

1. من میں درد بسانے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
2. گلے سے ہار اتارنے، اور دیا بجھانے کا کیا مفہوم ہے؟
3. من کی چھُپی ہوئی بات کس طرح ظاہر ہوگئی؟

© NCERT not to be republished

5161CH20

میراؔجی

(1949 — 1912)

میرا جی کا اصلی نام محمد ثناء اللہ ڈار تھا۔ وہ ایک کشمیری خاندان میں گوجرانوالہ (اب پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ان کا زیادہ وقت لاہور، دلّی اور ممبئی میں گزرا۔ ممبئی میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ وہ انتہائی ذہین انسان تھے۔ مطالعے کا انھیں بہت شوق تھا، اس لیے انھوں نے مختلف زبانوں کی شاعری کا مطالعہ کیا، تراجم کیے اور مضامین لکھے۔ وہ لاہور کی ایک مشہور ادبی انجمن ’حلقۂ اربابِ ذوق‘ کے بانیوں میں تھے، جس نے بہت سے ذہنوں کو متاثر کیا اور شاعری میں جدید رجحانات کو فروغ دیا۔ انھوں نے اختر الایمان کے ساتھ مل کر رسالہ ’خیال‘ نکالا جس کے چند ہی شمارے شائع ہوسکے۔ میرا جی کی نظموں کے کئی مجموعے مثلاً ’میرا جی کی نظمیں‘ اور گیتوں کا مجموعہ ’گیت ہی گیت‘ ان کی زندگی میں شائع ہوئے۔ ایک مجموعہ ’پابند نظمیں‘ اور انتخاب ’تین رنگ‘ بعد میں شائع ہوئے۔ بہت بعد میں پاکستان سے ’کلیات میرا جی‘ (مرتبہ جمیل جالبی) اور ’باقیات میرا جی‘ (مرتبہ شیما مجید) شائع ہوئے۔ نثر میں دو کتابیں ’مشرق و مغرب کے نغمے‘ اور ’اس نظم میں‘ معروف ہیں۔

جدید تنقید میں بھی میرا جی کا نام بہت بلند ہے۔ انھوں نے نظم کا تجزیہ لکھنے کی ایک نئی رسم کو فروغ دیا۔ ہندوستان اور یورپ کے نئے پرانے شاعروں پر بہت اچھے مضامین لکھے۔ میرا جی کی بہت سی شاعری میں جنسی خیالات اور تجربات پیش کیے گئے ہیں۔

© NCERT
not to be republished

5161CH21

اک بستی جانی پہچانی......

اِک بستی جانی پہچانی، یہ دُھن تو ہے بہت پرانی
دل میں ہے دھیان ہمارے
نیلے منڈل کے تارے
اور چندرجوت کے دھارے
سب گائیں میٹھی بانی
اِک بستی جانی پہچانی، یہ دُھن تو ہے بہت پرانی
دل کو ہے رس کا بندھن
اس اُجلی رات کا جوبن
آکاش کا اونچا آنگن
ظاہر میں ہے لافانی
اِک بستی جانی پہچانی، یہ دُھن تو ہے بہت پرانی
تو آئی میں بھی آیا،
دونوں نے قول نبھایا،
لیکن ہر بات ہے مایا،
جگ کی ہربات ہے فانی،
سب فانی، فانی—فانی— یہ دھن بھی ہے بہت پرانی

(میراجی)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. جانی پہچانی بستی سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
2. ظاہر میں ہے لافانی، اس مصرع میں شاعر کا اشارہ کس طرف ہے؟
3. گیت کے آخری تین مصرعوں میں شاعر نے کیا کہا ہے؟

© NCERT not to be republished

5161CH22

جیون ایک مداری پیارے......

جیون ایک مداری پیارے کھول رکھی ہے پٹاری
کبھی تو دکھ کا ناگ نکالے پل میں اسے چھپالے
کبھی ہنسائے کبھی رلائے بین بجا کر سب کو رِجھائے
اس کی ریت انوکھی، نیاری، جیون ایک مداری

کبھی نراشا کبھی ہے آشا پل پل نیا تماشا
کبھی کہے ہر کام بنے گا جگ میں تیرا نام بنے گا
بنے دَیالو ہتّیاچاری، جیون ایک مداری

جب چاہے دے جائے دھوکا اس کو کس نے روکا
تو بھی بیٹھ کے دیکھ تماشا ، کبھی نراشا کبھی ہے آشا
پت جھڑ میں بھی کھلی پھلواری، جیون ایک مداری

آئے ہنسی مٹ جائے آنسو اس میں ایسا جادو
بندر ناچے قلندر ناچے سب کے من کا مندر ناچے
جھوم کے ناچے ہر سنساری، جیون ایک مداری

(میراجی)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. اس گیت میں شاعر زندگی کو کس چیز سے تعبیر کر رہا ہے؟
2. شاعر نے اس گیت میں جیون کے کون کون سے روپ بیان کیے ہیں؟
3. اس گیت میں شاعر نے کون کون سی متضاد کیفیتوں کا ذکر کیا ہے؟
4. تیسرے بند میں شاعر نے آشا اور نراشا کی مثال کس سے دی ہے؟

© NCERT not to be republished

5161CH23

یوں ہی جوت جلے گی، مورکھ

یوں ہی جوت جلے گی، مورکھ
اندھیارے میں جاگا اجالا
سکھ کی کرن ہے دکھ کا بھالا
یوں ہی ساگر لہرائے گا

من گائے گا
یوں ہی ناؤ چلے گی مورکھ

بھاؤ کئی ہیں رنگ اکہرا
انت پہل کا ناتا گہرا
پل پل جیون بڑھتا جائے

من سمجھائے
سن لے بات بھلے کی مورکھ

پوری ہوگی من کی آشا
کیوں یہ چنتا کیوں یہ نراشا
ہری بھری کب ہوگی کیاری

یہ پھلواری
پھولے گی نہ پھلے گی مورکھ

© NCERT not to be republished

سوچ سمجھ یہ بات گیان کی
لہریں لاکھوں ایک ہی دھیان کی
ایک ہی مورت نئے رنگ سے

نئے ڈھنگ سے
دھیرے دھیرے ڈھلے گی، مورکھ

(میراجی)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. اندھیرے میں اجالا اور سکھ کے ساتھ دُکھ کا ذکر کرکے شاعر نے کیا پیغام دیا ہے؟
2. من کی آشا پوری ہونے کے بارے میں شاعر نے کس طرح اُمید دلائی ہے؟
3. 'مورکھ' کسے کہا گیا ہے؟

5161CH24

تنہا، سب سے دور، اکیلی

تنہا ، سب سے دُور، اکیلی
دُکھیا دل لے کر ہے بیٹھی
رادھا..

بات نہیں سنتی وہ کسی کی
اپنی ہی سوچوں میں ڈوبی
رادھا..

سُوریہ کے گھونگٹ بادل کالے
ہر دم بس اُن کو ہی دیکھے
رادھا..

میں ہوں پجارن جوگیا پہلے
''بھوگ نہیں ہے'' بس یہ بولے
رادھا..

لو وہ اس نے جوڑا کھولا   کاندھوں پر گیسو لٹکائے
جب کالے بالوں کو دیکھا   دل میں دھیان کسی کا لائے
اب دیکھے آکاش کو رادھا   اور اس نے بازو پھیلائے

رادھا..

© NCERT not to be republished

کس نے سنی ہے بات ادھوری ایک پہیلی کون بجھائے؟
مور کی گردن نیلی کالی دیر تلک وہ دیکھتی جائے
آؤ اس کا بھید بتائیں
آؤ پہیلی ہم ہی بجھائیں
ہم نے ان باتوں سے جانا دھیان لیے ہے شام سندر کا
رادھا...

(چنڈی داس، ترجمہ میراجی)

سوالات

1. رادھا اپنی سوچوں میں ڈوب کر کیا دیکھ رہی ہے؟
2. کالے بالوں کو دیکھ کر رادھا کو کس کا دھیان آیا؟
3. کن باتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ رادھا کے دھیان میں شیام سندر ہے؟

© NCERT not to be republished

احسان دانش

(1982 — 1914)

احسان دانش اردو میں شاعرِ مزدور کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ وہ کاندھلہ، اتر پردیش کے رہنے والے تھے۔ ان کے خاندان کی مالی حالت بہت خراب تھی اس لیے ان کی تعلیم بہت معمولی ہوئی۔ لیکن مطالعے کا شوق ان میں بچپن سے تھا۔ وہ دن بھر محنت مزدوری کرتے تھے۔ فرصت کے اوقات میں شعروادب سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ اور بہت جلد وہ شعر بھی کہنے لگے۔ آواز اچھی پائی تھی، اس لیے مشاعروں میں بہت جلد مقبول ہو گئے۔ انھوں نے زندگی کا بڑا حصّہ لاہور میں گذارا، اور آہستہ آہستہ اپنے وقت کے ممتاز استادوں میں شمار ہونے لگے۔ انھوں نے کتابوں کی ایک دوکان کھول لی تھی۔ اس سے معاش بھی حاصل کرتے تھے اور وقت بھی اچھا گزرتا تھا۔

احسان دانش کی نظموں میں غریب طبقوں کی زندگی کا عکس نمایاں ہے۔ انھوں نے مزدوروں پر بہت سی نظمیں کہیں۔ انداز میں جذباتیت کا رنگ غالب ہے۔ 'نوائے کارگر'، 'چراغاں' اور 'آتشِ خاموش' ان کے مشہور مجموعے ہیں۔ ان کی زبان بالعموم سہل اور رواں ہے۔ ہندی بول چال کے لفظوں کو بہت خوبصورتی سے برتتے ہیں۔ کچھ گیت ہندی بھاشا میں بھی لکھے ہیں۔ ان کی رومانی نظمیں بہت پسند کی جاتی تھیں۔ ان میں 'صبحِ بنارس' اور 'بیتے ہوئے دن' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH26

پریت ہے من کا روگ

پریت ہے من کا روگ
سکھی ری
پریت ہے من کا روگ

انگ ہے اگنی ، نین پانی
بولت ہیں سب وِش کی بانی
وِیوگ میں بیتی جات جوانی
اَتی کٹھن سنجوگ
سکھی ری
پریت ہے من کا روگ

دھرتی چپ آکاش اندھیرا
روٹھ گیو ، رَتیَن سے سویرا
برہن کا من ، دکھ کا ڈیرا
چھایو جگ میں سوگ
سکھی ری
پریت ہے من کا روگ

چھب دِکھلاجا کرشن مراری
درس کے پیاسے ہیں نرناری

© NCERT not to be republished

کھائی ہے ایسی پریم کٹاری

ویاکُل ہیں سب لوگ
سکھی ری
پریت ہے من کا روگ

(احسان دانش)

سوالات

1. شاعر نے پریت کو من کا روگ کیوں کہا ہے؟
2. راتوں سے سویرا روٹھ جانے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
3. شاعر کرشن مُراری کے درشن کی ضرورت کیوں محسوس کرتا ہے؟

© NCERT not to be republished

5161CH27

سلام مچھلی شہری

(1973 — 1921)

قصبہ مچھلی شہر، ضلع جون پور، اتر پردیش کے رہنے والے تھے۔ آزمائشوں سے بھری ہوئی زندگی گزاری۔ الہ آباد یونیورسٹی کی لائبریری میں ایک معمولی سی ملازمت سے عملی زندگی شروع کی۔ بعد میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہوگئے اور دلّی کو اپنا گھر بنالیا۔ آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس سے بہ حیثیت پروڈیوسر وابستہ تھے۔ ان کی طبیعت میں ایک خاص طرح کی وارفتگی تھی۔ اپنی رومانی نظموں میں انھوں نے جدت طرازی کی بہت اچھی مثالیں پیش کی ہیں۔ گفتگو کے انداز اور ڈرامائی عناصر کے برجستہ استعمال سے انھوں نے اپنی بعض نظموں کو افسانے کی طرح دل چسپ بنا دیا ہے۔ ان کے تخلیقی مزاج میں اپج بہت تھی۔ انھوں نے شعری اظہار کے نت نئے راستے نکالے اور نظم میں ہیئت کے کئی تجربے کیے۔ نئی نظم کے اچھے شاعروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ 'میرے نغمے'، 'پائل' اور 'وسعتیں'، ان کے مقبول و مشہور مجموعے ہیں۔ سلام مچھلی شہری کے گیت بھی بہت خوبصورت ہیں۔

سلام مچھلی شہری کو حکومتِ ہند نے ان کی ادبی و شعری خدمات کے اعتراف میں ''پدم شری'' کے اعزاز سے نوازا۔ ان کا انتقال دلّی میں ہوا اور وہ یہیں مدفون ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH28

گیتوں کے ہروا گوندھوں گی

گیتوں کے ہروا گوندھوں گی
ہاں سندر کومل گیتوں کے
کچھ نازک کلیاں لاؤں گی
اور اُن تاروں کو بلاؤں گی
اوشا کے گلابی ڈورے میں
آشاکے پھول پروؤں گی
گیتوں کے ہروا گوندھوں گی
ہاں سندر کومل گیتوں کے
سنتی ہوں ساجن آئے ہیں
جذبات مرے تھرّائے ہیں
ان پریم کی نازک لہروں پر
میں اپنی نیّا چھوڑوں گی
گیتوں کے ہروا گوندھوں گی
ہاں سندر کومل گیتوں کے

(سلام مچھلی شہری)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. ''آشا کے پھول پروؤں گی'' کا کیا مطلب ہے؟
2. ساجن کے آنے پر شاعر نے عورت کی کیا کیفیت بیان کی ہے؟

© NCERT not to be republished

5161CH29

منظوم ترجمہ

ایک زبان کے تقریری یا تحریری خیالات کو دوسری زبان میں اس کے قواعد واصول کے مطابق تبدیل کرنے کو ترجمہ کہتے ہیں۔ ترجمہ نہ صرف معاشرتی، معاشی، مذہبی اور سیاسی لحاظ سے سودمند ہوتا ہے بلکہ مختلف زبانوں کے ادب کے تراجم سے ان زبانوں کے افراد کی باطنی کیفیات کو بھی کسی حد تک سمجھا جاسکتا ہے۔ کسی زبان کی نثری تحریر کا بالکل درست ترجمہ مشکل ہی سے کیا جاسکتا ہے لیکن نظم یا شاعری کا شاعری میں ترجمہ اس سے بھی مشکل تر امر ہے۔ کیونکہ شعر کا شعر میں ترجمہ کرتے ہوئے زیرِ ترجمہ شعر کے نہ صرف موضوع بلکہ اس کی زبان کی مختلف معنوی سطحوں کا بھی خاص خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ ترجمے کی زبان میں پوری طرح ادا کی جاسکیں۔

اردو کے ابتدائی عہد میں فارسی، عربی اور سنسکرت سے اردو میں ترجمے کیے گئے۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں اردو نثر و نظم میں ترجمے کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ انیسویں صدی میں فورٹ ولیم کالج اور دلّی کالج سے ترجموں کو مزید فروغ حاصل ہوا۔ 1903 میں انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں آیا جس کے تحت یوروپین زبانوں، عربی فارسی اور سنسکرت سے کئی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ 1921 میں وحیدالدین سلیم نے 146 وضعِ اصطلاحات 145 نام کی کتاب لکھی جو ترجمے کے سلسلے میں بڑی معاون ثابت ہوئی۔ دارالترجمہ عثمانیہ، حیدرآباد کے تحت مختلف درجات کی تقریباً ساڑھے چار سو کتابیں اردو میں ترجمہ کی گئیں۔ اردو میں منظوم ترجمہ کرنے والوں میں قلق میرٹھی، علی حیدر نظم طباطبائی، میر جعفر علی خاں اثر، حفیظ جالندھری، فیض احد فیض، احسن لکھنوی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔

© NCERT not to be republished

5161CH30

بھرتری ہری

ہندوستان میں ایک ساتھ اتنی زبانوں کا چلن ہے کہ اسے زبانوں کی تجربہ گاہ کہا جاتا ہے۔ سنسکرت ہماری قدیم ترین زبانوں میں ہے۔ ہندوستانی زبانوں کے سیاق میں سنسکرت کو ''زبان کی ماں'' کہا گیا ہے۔ قدیم سنسکرت ادب کے بہت سے شاہکاروں کا ترجمہ ہندستان کی اور دنیا کی مختلف زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ اردو میں بھی سنسکرت سے ترجمے کیے گئے ہیں، کالی داس، امرو، بھرتری ہری، دامودر گپت کی تخلیقات کے ترجمے اردو میں خاصے معروف ہیں۔ بھرتری ہری کے عہد اور حالات زندگی سے متعلق اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اجین کے راجا تھے لیکن دنیا کے حالات سے تنگ آ کر انھوں نے حکومت سے منھ موڑ لیا اور گیان دھیان کے ساتھ فکر سخن میں مصروف ہو گئے۔ علم لسان پر بھی انھوں نے بہت کام کیا ہے۔ ان کا شمار سنسکرت کے عظیم شاعروں میں ہوتا ہے۔ ان کے ایک شلوک کا اردو ترجمہ علامہ اقبالؔ نے ''بال جبریل'' میں کیا تھا۔

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اقبال کے 'جاوید نامہ' میں بھرتری ہری پر دو نظمیں شامل ہیں۔ آثرؔ لکھنوی نے بھرتری ہری کے پانچ شلوکوں کا ترجمہ اردو میں رنگ بسنت کے نام سے کیا تھا۔ چودھری جے کرشن حبیبؔ، تلوک چند محرومؔ، یوسف ناظم اور عبد الستار دلوی نے بھی بھرتری ہری کے ترجمے کیے ہیں۔ کئی صدیاں گذر جانے کے بعد بھی بھرتری ہری کے کلام سے دل چسپی برقرار ہے۔ پرتاپ گڑھ کے

© NCERT not to be republished

معروف شاعر و ادیب امتیاز الدین خاں نے بھرتری ہری کے شلوکوں کے منظوم ترجمے کیے ہیں، جو اترپردیش اردو اکیڈمی کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ اگلے صفحہ میں نیتی شتک کے کچھ منظوم ترجمے دیے جارہے ہیں۔

© NCERT not to be republished

☆

کم علم تھا تو خود کو سمجھتا تھا دیدہ وَر
مغرور فیل مست کی صورت تھا بے بصر
جب سے ہوں اہلِ علم کی صحبت سے فیض یاب
اُترا بخار، جہل پہ اپنے ہے اب نظر

☆

ہاتھی ہوا بد مست تو انکُش مارا
ڈنڈے سے کیا گھوڑے گدھے کو سیدھا
ہر روگ کا مِل جائے گا دنیا میں علاج
دانستہ حماقت کی نہیں کوئی دوا

☆

آجائے گا سنگار سے کیا روپ میں نکھار؟
کیا پھول گوندھ لو تو چمک جائے زلفِ تار؟
دنیا کی ہر نمود و نمائش کو ہے فنا
ہوتی ہے بس زبانِ مہذّب سَدا بہار

☆

علم کے زیور سے قائم آدمی کی شان ہے
دولتِ محفوظ ہے، ہر عیش کا سامان ہے
گیان، راجہ ہے، رشی ہے، دیوتا، بھگوان ہے
گیان سے محروم انساں واقعی حیوان ہے

© NCERT not to be republished

☆

بدلتی کائنات میں کوئی جیے کوئی مرے
وہ زندگی ہے زندگی جو غیر کا بھلا کرے
جہانِ بے ثبات میں اُسے ثبات ہے کہ جو
سماج کے لیے جیے، سماج کے لیے مرے

☆

ہے حق پرستوں کا ہر دم شعار
مصیبت سے لڑتے ہیں مردانہ وار
کسی کا وہ احسان لیتے نہیں
نہ مانگیں کسی سے وہ ہرگز اُدھار

☆

جس کی تونگری میں نہیں تمکنت کا نام
غمگیں نہ کرسکے گا اُسے غم کا اژدہام
گر بحث ہو تو بزم میں منطق سے سرخرو
باطل سے جنگ ہو تو ہے شمشیرِ بے نیام

☆

تشدّد، نہ حرص و ہوس سے ہو کام
کرو بے کسوں کی مدد صبح و شام
ہر اک فرد و ملّت کے ہو خیر خواہ
سبھی مذہبوں کا کرو احترام

© NCERT not to be republished

☆

حق پرستوں نے کبھی چھوڑی نہ حق کی رہ گزر
دشمنِ باطل مصیبت میں رہے بیباک تر
بے نوائی میں بھی ان کو ہیچ تھے لعل و گہر
دھار پر تلوار کی چلنا رہا ان کا ہنر

☆

اک بوند گر کے تپتے توے پر ہوئی فنا
اک بوند جاکے سیپ میں موتی ہے بے بہا
اک بوند سے ہے پھول کے چہرے پہ آب و تاب
صحبت جُدا جُدا تھی تو قسمت جُدا جُدا

☆

دودھ سے پانی کی ہو جاتی ہے یاری پیاری
آتی ہے پانی میں بھی دودھ کی رنگت ساری
دودھ کھَولا ہے تو پانی ہی جلا ہے پہلے
یوں ہی اچھّوں میں ہوا کرتی ہے اچھّی یاری

☆

فکر و گفتار ہو کہ ہو کرِدار
خدمتِ خلق سے ہے ان کا وقار
خوبیاں غیر کی بڑھا کے کہیں
ایسے دنیا میں لوگ ہیں دو چار

© NCERT not to be republished

☆

ہمّتِ مردانہ ہے انسانِ اعلیٰ کا شعار
دو قدم چل کر جو ہمّت ہاردے، ہے بے وقار
غم کے طوفان و حوادث کی اُسے پروا نہیں
کھینچ لاتا ہے وہ کشتی قلزم خونیں کے پار

☆

تحسین کریں اہلِ نظر یا تنقید
انبار لگے زر کا کہ تنگی ہو شدید
آتی ہو ابھی موت کہ صدیوں ٹل جائے
ہر حال میں کرتے رہو حق کی تائید

☆

اللہ کے ذکر سے نہ غافل ہونا
ہر حال میں نیکیوں پہ عامل ہونا
باطل سے گریزاں رہے اور حق کے قریب
آساں اسے ہو جائے گا کامل ہونا

(بھرتری ہری، مترجم امتیاز الدین خاں)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. اُترا بخار، جہل پہ اپنے ہے اب نظر
یہاں پر بخار اُترنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
2. دنیا میں کس روگ کی کوئی دوا نہیں ملتی؟
3. شاعر کے نزدیک کیا چیز سدا بہار ہے؟
4. سماج کے لیے جیے اور سماج کے لیے مرنے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
5. شاعر نے حق پرستوں کی کیا خصوصیت بتائی ہیں۔ تفصیل سے لکھیے۔
6. تلوار کی دھار پر چلنے سے کیا مردا ہے؟
7. بوند کے مختلف انجام کو شاعر نے کس طرح بیان کیا ہے؟
8. اچھّوں میں اچھی یاری ہوتی ہے اس بات کو شاعر نے کس طرح سمجھایا ہے؟
9. خدمتِ خلق کا وقار کن باتوں سے قائم ہے؟
10. اعلیٰ انسان کا شعار کیا ہے؟
11. انسان کو کامل بنانے میں شاعر نے کیا مشورہ دیا ہے؟
12. عظمت کردار کے لیے کیا کیا ضروری ہے؟

© NCERT not to be republished

5161CH31

منظوم ڈراما

'منظوم ڈراما' اُس ڈرامے کو کہتے ہیں جو نظم کی صورت میں لکھا گیا ہو۔ اس میں کردار ہمیشہ شعری پیرائے میں ہی مکالمہ ادا کرتا ہے یعنی منظوم ڈرامے میں پوری گفتگو شاعری میں ہوتی ہے۔ ڈرامہ نگار کے لیے ضروری ہوتا تھا کہ اُسے شاعری کے اسرار و رموز کا علم ہو، ساتھ ہی ڈراما کے فن پر بھی مضبوط گرفت ہو۔ اردو میں ڈرامے کی ابتدا منظوم ڈرامے سے ہوئی۔ واجد علی شاہ نے اپنی مثنویوں کو ڈرامے کی صورت میں اسٹیج پر پیش کیا، اس کے بعد رہس کھیلا اور پھر رادھا کنہیا کا قصہ۔ یہ تمام منظوم صورت میں ہی پیش کیے گئے۔ امانت لکھنوی نے 'اندر سبھا' کو بھی منظوم ڈرامے کی شکل میں ہی پیش کیا جو بے حد مقبول ہوا۔ اس کے بعد کئی اندر سبھائیں لکھی گئیں جو منظوم ڈرامے کی شکل میں ہی تھیں۔ اندر سبھا کی تقلید میں ڈراما ناگر سبھا لکھا گیا جو منظوم ڈراما ہی تھا۔ پارسی تھیئٹر کے ذریعے پیش کیے جانے والے ڈراموں میں بیشتر منظوم ڈرامے ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ اُس زمانے میں ڈراما نگار ہونے کا ایک پیمانہ شاعر ہونا بھی قرار پایا۔

آگے چل کر منظوم ڈرامے کو پیش کرتے ہوئے رقص و موسیقی کا سہارا لیا گیا۔ اس سے نہ صرف ڈرامے پر اثر ہوتے تھے بلکہ عوام کی دلچسپی بھی برقرار رہتی تھی۔ پہلے پہل تو منظوم مکالمے بلند آواز میں ادا کیے جاتے تھے لیکن بعد میں موسیقی کی مدد سے گا کر پیش کیے جانے لگے۔ رفتہ رفتہ منظوم ڈرامے نے 'اوپیرا' کی شکل اختیار کر لی۔ اوپیرا کو رقص و سرود کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے اندر موسیقی کا تسلسل ٹوٹتا نہیں ہے۔

© NCERT not to be republished

5161CH32

امانت لکھنوی

(1858—1815)

سید آغا حسن نام، امانت تخلص تھا۔ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور وہیں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ ان کے بزرگ، ایران سے ہندوستان آئے تھے۔ ان کے جد اعلیٰ سیّد علی رضوی، مشہد مقدس میں حضرت امام رضا کے روضے کے نگراں تھے۔ ایک مرض کے نتیجے میں امانت لکھنوی کی زبان بند ہوگئی۔ انھوں نے زیارت کی غرض سے عراق کا سفر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن امام حسنؓ کے روضے پر دعا مانگ رہے تھے کہ ان کی زبان، جو تقریباً دس برس سے بند تھی، خود بہ خود کھُل گئی، مگر لکنت باقی رہی۔

امانت لکھنوی نے پندرہ برس کی عمر سے شعر گوئی کا آغاز کیا۔ ابتدا میں چند نوحے اور سلام کہے پھر غزل گوئی کی جانب متوجہ ہوئے۔ عراق کے سفر سے واپس آنے کے بعد مرثیہ گوئی کی طرف مائل ہوگئے۔ امانت کے بیٹے لطافتؔ نے ان کا کلام یکجا کر کے 'خزائن الفصاحت' کے تاریخی نام سے شائع کیا۔

امانت لکھنوی نے استسقا کے مرض میں مبتلا ہو کر چوالیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ آغا باقر کے امام باڑے کے قریب مسافر خانے میں دفن کیے گئے۔

© NCERT not to be republished

5161CH33

اندر سبھا

فن موسیقی کی سرپرستی ہندوستان کے راجاؤں اور بادشاہوں کا معمول تھا۔ اودھ کے نوابوں نے بھی اس روایت کو قائم رکھا۔ اودھ کے آخری تاجدار واجد علی شاہ اپنے زمانے میں رقص وموسیقی کے سب سے بڑے سرپرست تھے۔ ان کے دور میں ڈراما لکھنے اور اسے شاہی محفلوں میں دکھانے کا رواج بہت مقبول ہوا۔ انھیں محفلوں سے متاثر ہو کر سیّد آغا حسن امانت لکھنوی نے ’اندر سبھا‘ کے نام سے ایک منظوم ڈراما لکھا۔

امانت کی ’اندر سبھا‘ پہلا عوامی ڈراما ہے جسے غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔ جہاں کہیں اسٹیج کیا جاتا تھا، تماشائی، دور دور سے بڑی تعداد میں اسے دیکھنے پہنچتے تھے۔ بہت سی پیشہ ور ناٹک منڈلیاں قائم ہوگئی تھیں جو دیہاتوں، قصبوں اور شہروں میں اجرت پر اندر سبھا کا کھیل دکھاتی تھیں۔

اندر سبھا کا کھیل بعض جزئیات میں قدیم ہندوستانی ناٹک سے، بعض میں قدیم یونانی ڈرامے سے اور بعض میں انگلستان کے عہدِ الیزابیتھ کے ڈرامے سے مشابہ ہے۔ قدیم ہندوستانی ڈرامے میں اسٹیج پر صرف پچھلا پردہ پڑا رہتا تھا۔ اندر سبھا میں بھی مقام کا تصوّر پیدا کرنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ کسی کردار کا اپنا پارٹ ادا کر کے تماشائیوں سے ذرا الگ ہٹ جانا اور دوسرے کردار کا سامنے آ کر اپنا کام کرنا سین بدل جانے کے برابر تھا۔ جب اس طرح خیالی طور پر سین بدل جاتا تھا تو وہی جگہ جو ابھی کچھ تھی اب کچھ اور بن جاتی تھی۔ مثلاً وہی جگہ جو ابھی اندر کی سبھا تھی اب سبز پری کا باغ بن گئی۔

اس منظوم ڈرامے میں کل آٹھ کردار ہیں۔ یوں تو ہر کردار دلچسپ ہے لیکن راجہ اندر

© NCERT not to be republished

اورسبز پری کے کرداروں کومرکزی حیثیت حاصل ہے۔یہی وہ کردار ہیں جن کے سبب ڈرامے میں تشویش،حرکت،کشمکش اوردلچسپی پیدا ہوتی ہے۔

[تلخیص مقدمہ: سید مسعود حسن رضوی ادیبؔ]

امانت کی اندرسبھا اردو میں اوپیرا(Opera) کا اولین نمونہ ہے۔اسے ہم منظوم ڈراما بھی کہہ سکتے ہیں جسے رقص وموسیقی کی مدد سے اسٹیج پر پیش کیا جاتا ہے۔اردو میں اسٹیج ڈرامے کی روایت کے باقاعدہ آغاز سے پہلے اندرسبھا کی مقبولیت نے ایک پس منظر تیار کر دیا تھا۔ اندرسبھا کی روایت سے بعد کے ڈراما نگاروں نے بھی فائدہ اٹھایا۔اردو میں آپیرا کی روایت بتدریج ترقی کرتی رہی، نئے پرانے بہت سے شاعروں نے آپیرا یا غنایئے لکھے جن میں تمثیلوں اورتاریخی واقعات پر مبنی کھیل بھی اسٹیج کیے جاتے رہے ہیں۔

© NCERT not to be republished

آمد راجا اندر کی بیچ سبھا کے

سبھا میں دوستو اندر کی آمد آمد ہے / پری جمالوں کے افسر کی آمد آمد ہے
خوشی ہے چہچہے لازم ہیں صورتِ بلبل / اب اس چمن میں گلِ تر کی آمد آمد ہے
فروغِ حسن سے آنکھوں کو اب کرو روشن / زمیں پہ مہرِ منور کی آمد آمد ہے
زمیں پہ آئیں گی راجہ کے ساتھ اب پریاں / ستاروں کی، مہ انور کی آمد آمد ہے
غضب کا گانا ہے اور ناچ ہے قیامت کا / بہار فتنۂ محشر کی آمد آمد ہے
بیان راجہ کی آمد کا کیا کروں استاد / جگر کی جان کی دلبر کی آمد آمد ہے

چوبولا* اپنے حسبِ حال زبانی

راجہ ہوں میں قوم کا اور اندر میرا نام / بن پریوں کی دید کے نہیں مجھے آرام
سنو رے میرے دیورے دل کو نہیں قرار / جلدی میرے واسطے سبھا کرو تیار

آمد پکھراج پری کی بیچ سبھا کے

محفلِ راجہ میں پکھراج پری آتی ہے / سارے معشوقوں کی سرتاج پری آتی ہے
اس کا سایہ نہ کبھی خواب میں دیکھا ہوگا / آدمی زادوں میں وہ آج پری آتی ہے

شعرخوانی اپنے حسبِ حال زبانی پکھراج پری کی

گاتی ہوں میں اور ناچ سدا کام ہے میرا / آفاق میں پکھراج پری نام ہے میرا
استاد کو دیتی ہوں دعائیں دل و جاں سے / یہ کام جہاں میں سحر و شام ہے میرا

---

* چوبولا: چار مصرعوں کا گیت

© NCERT not to be republished

غزل بسنت کی زبانی پکھراج پری کی فصل بہار میں

ہیں جلوۂ تن سے در و دیوار بسنتی پوشاک جو پہنے ہے مرا یار بسنتی
کیا فصل بہاری نے شگوفے ہیں کھلائے معشوق ہیں پھرتے سرِ بازار بسنتی
گیندا ہے کِھلا باغ میں میدان میں سرسوں صحرا وہ بسنتی ہے یہ گلزار بسنتی

درخواست نیلم پری کی زبانی راجا اندر کی

خوب رجھایا ناچ کے گا کے پاس مرے اب بیٹھ تو آ کے
خوش ہوئی تجھ سے ساری محفل اب ہے نیلم پری کی باری

لاؤ نیلم پری کو

شعرخوانی حسبِ حال اپنے زبانی نیلم پری کی

حوروں کے ہوش اڑتے ہیں اڑنے کی شان پر نیلم پری ہے نام مرا آسمان پر
اللہ کے کرم سے زمانے میں ہے عروج جُھکتا ہے سر فلک کا مرے آستان پر

چھند زبانی نیلم پری کی بیچ سبھا کے

میں چیری سرکار کی اور تم راجوں کے راج گانا مجھ معشوق کا سنو غور سے آج
سنو غور سے آج مرا راجا جی گانا ناچ کی چھل بل دیکھ کر دیکھو بتلانا

چھند زبانی نیلم پری کی بیچ سبھا کے

آئی ہوں میں دور سے چیزیں کر کے یاد مجرا میرا دیکھ کر کرو مرا دل شاد
کرو مرا دل شاد کہ میں جی کھول کے گاؤں گا کے ناچ کے آج ہنر اپنا دکھلاؤں

© NCERT not to be republished

فقرے لال پری کی درخواست میں زبانی راجا اندر کی

دکھا چکی تو کرتب سارے پہلو میں اب بیٹھ ہمارے
کیا سبھا میں تونے نام اب ہے لال پری کا کام

لاؤ لال پری کو

آمد لال پری کی بیچ سبھا کے

سبھا میں لال پری کی سواری آتی ہے جمانے رنگ اب اندر کی پیاری آتی ہے
شفق میں آئے گا جھُرمٹ نظر ستاروں کا پہن کے سرخ وہ پوشاک پیاری آتی ہے

شعر خوانی زبانی لال پری کی بیچ سبھا کے

انساں کا کام حُسن پہ میرے تمام ہے جوڑا ہے سُرخ، لال پری میرا نام ہے
یاقوت زرخرید ہے سرکار کا مری نوکر عقیق لعلِ بدخشاں غلام ہے

چھند زبانی لال پری کی بیچ سبھا کے

بیٹھی تھی میں قاف جو جوڑا پہنے لال یہاں بلا کر آپ نے بڑھوایا اقبال
بڑھا دیا اقبال کہ یاں مجھ کو بلوایا سماں سبھا کا آج بہت دن بعد دکھایا

غزل ساون زبانی لال پری کی ساون کی فصل میں

دل کو مرغوب ہے جو ٹھنڈی ہوا ساون کی مانگتی ہوں میں سدا حق سے دعا ساون کی
یاد آتا ہے وہ سبزہ وہ گھٹا ساون کی شکل دکھلائے کہیں جلد خدا ساون کی

© NCERT not to be republished

آمد سبز پری کی بیچ سبھا کے

آتی نئے انداز سے اب سبز پری ہے — لب سرخ ہیں پر سبز ہیں پوشاک ہری ہے
فیروزہ اسے دیکھ کے کھا جاتا ہے ہیرا — چہرے میں زمرّد سے سوا جلوہ گری ہے
جن اُس سے خجالت کے سبب اُڑ نہیں سکتے — پریوں کو سدا شرم سے بے بال و پری ہے
زیور کی ہے کیا شان چھریرے سے بدن پر — اک شاخ ہے نازک کہ شگوفوں سے بھری ہے

چو بولا زبانی سبز پری کی

راجا جی تو سوگئے دیا نہ کچھ انعام — جاتی ہوں میں باغ میں یہاں مرا کیا کام
سن رے کالے دیو رے تو مری ایک بات — آتی تھی راجا کے گھر میں جو آج کی رات
شہزادہ اک بام پر سوتا تھا نادان — جوبن اس کے دیکھ کر نکلی میری جان
دل میرا لگتا نہیں محفل کے درمیان — قالب میرا ہے یہاں وہاں ہے میری جان
اس کو گر تو لا اُٹھا جلدی جا کر یار — لونڈی میں ہو جاؤں گی تری بے تکرار

جواب کالے دیو کا طرف سبز پری کے

گھر میں راجا کے ہے تو پریوں کی سردار — تجھ سے کرسکتا نہیں ہرگز میں انکار
تیری خاطر ہے مجھے سب سے یہاں سوا — پتا بتا معشوق کا لاؤں ابھی اٹھا

جا گنا شہزادہ کا نیند سے اور کہنا گھبرا کر

کوٹھا میرا کیا ہوا چھوٹا کدھر مکاں — سویا تھا میں کس جگہ آیا ہائے کہاں
نہ وہ میرے لوگ ہیں نہ وہ میری جا — خواب یہ میں ہوں دیکھتا جاگ رہا ہوں یا

© NCERT not to be republished

کہنا سبز پری کا شہزادے کا ہاتھ تھام کے

دیکھو تم میری طرف گھر کا مت لو نام لونڈی مجھ کو جان کر کرو یہاں آرام
جو ہونا تھا سو ہوا جانے دو بس خیر چلو پھرو کھاؤ پیو کرو باغ کی سیر
بتلاؤ اب حسب نسب اور تم اپنا نام رہتے ہو کس کام میں ہوگا کہاں قیام

جواب شہزادہ گلفام کا

محلوں میں رہتا ہوں میں عیش ہے میرا کام شہزادہ ہوں ہند کا نام مرا گلفام

چغلی کھانا لال دیو کا راجا اندر سے مثنوی میں

مہاراج کو حق رکھے شاد کام نئی عرض ہے آج کرتا غلام
میں کھاتا تھا اس دم چمن کی ہوا حقیقت وہ دیکھی کہ ہوش اڑ گیا
شجر ہے پرانا جو شمشاد کا گزر واں ہے اک آدمی زاد کا
نہیں کرتی اصلا مری عقل کام وہ انسان ہے یا کہ ماہِ تمام
اُسے کون لایا یہاں اپنے ساتھ اسی فکر میں کب سے مَلتا ہوں ہاتھ

پوچھنا راجا اندر کا لال دیو سے غضب ناک ہوکر

ارے دیو تو ہے یہ کیا بک رہا مرے باغ میں کام انساں کا کیا
ہوا کس طرح یاں بشر کا گذر پرندوں کے دہشت سے جلتے ہیں پر
قدم رکھ سکے جن کی کیا جان ہے فرشتوں کی یاں عقل حیران ہے
کسی دیو سے آشنائی نہ ہو پری کوئی ساتھ اپنے لائی نہ ہو
اسے کھینچ لا پاس میرے شتاب کہ غصّے سے ہے حال میرا خراب

© NCERT not to be republished

لانا لال دیو کا گلفام کو کھینچ کر روبرو راجا اندر کے اور عرض کرنا

حضوری میں حاضر ہے یہ شعلہ خو　　مہاراج صاحب نگہ روبرو
بجا آپ کا حکم لایا غلام　　چمن میں پہنچ کر کیا اپنا کام

پوچھنا راجا اندر کا گلفام سے سبب داخل ہونے کا پرستان میں

ارے کون ہے تو ترا کیا ہے نام　　سبھا تونے کی میری برہم تمام
تجھے لایا یاں کون اے بدصفات　　بیاں مجھ سے کر جلد یہ واردات

عرض کرنا گلفام کا راجا اندر سے عالمِ ہراس میں ہاتھ جوڑ کر

کہوں کیا فلک کا ستایا ہوں میں　　یہاں کھیل کر جی پہ آیا ہوں میں

کہنا راجا اندر کا لال دیو سے واسطے قید گلفام کے اور نکلوانا سبز پری کو اکھاڑے سے پر نوچ کر

ارے دیو کر قصد بیداد کا　　پکڑ ہاتھ اس آدمی زاد کا
کنواں وہ جو ہے قاف میں پُرخطر　　ابھی اس میں جاکر اسے قید کر
پری سبز جو ہے یہ آگے کھڑی　　خطا کی ہے اس بیسوا نے بڑی
سو تو نوچ کر اس کے پر اور بال　　اکھاڑے سے میرے ابھی دے نکال
اڑاتی پھرے خاک یہ کو بہ کو　　نہ آئے ہمارے کبھی رو برو

© NCERT not to be republished

آنا سبز پری کا جوگن بن کے پرستان میں

جوگن آتی ہے پری بن کے پرستان کے بیچ — سمرنیں ہاتھوں میں مُندرے ہیں پڑے کان کے بیچ
سر پہ انڈوا ہے رکھے منھ پہ رمائے ہے بھبھوت — سیلیاں ڈالے ہے گردن میں گریبان کے بیچ

حاضر کرنا کالے دیو کا جوگن کو سبھا میں اور عرض کرنا راجا اندر سے

مہاراج کیجے ادھر اب نگاہ — یہ جوگن ہے حاضر بحالِ تباہ
ملا کس خرابی سے اس کا نشاں — ہوا میں پرستاں میں ہر سو رواں

دیکھنا راجا اندر کا طرف جوگن کے اور دریافت کرنا حال جوگ کا

اری جوگن اے درد کی مبتلا — فقیروں کا کیوں بھیس تونے کیا
فدا کس پہ ہے کس پہ شیدا ہے تو — کوئی آدمی ہے پری یا ہے تو

جواب جوگن کا دردآمیز طرف راجا اندر کے اور عرض حال کرنا

مہاراج پوچھو نہ جوگن کا حال — فقیروں کا دل درد سے ہے نڈھال
مرا مجھ سے معشوق ہے چھٹ گیا — مرا راج اس دیس میں لٹ گیا

ٹھمری گانا جوگن کا سامنے راجا اندر کے بیچ دُھن بھیرویں کے

کہاں گیو گُیّاں شہزادہ جانی پیارا — دل تڑپے رے ہمارا
کہاں گیو
وا کا پتا کہوں لاگت ناہیں — ڈھونڈھ پھری بن سارا
کہاں گیو

© NCERT not to be republished

گلوری دینا راجا اندر کا جوگن کو محظوظ ہو کر اور جواب دینا جوگن کا نثر میں

پان لے کے کیا کروں، کسی سبزہ رنگ کا دھیان ہے۔ ہڈیاں چونا ہیں، بدن دھان پان ہے۔ عشق لہو پی پی کے رنگ لیا ہے۔ فراق نے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے۔ گلوری لیے مجھے کیا تکتا ہے۔ فقیروں کا منھ کون کیل سکتا ہے۔

ہار دینا راجا اندر کا جوگن کو پھر جواب دینا جوگن کا اور ہار نہ لینا

ہار زنہار نہ لوں گی، دل کو خار ہے　　　اپنا گل عذار گلے کا ہار ہو تو بہار ہے

پھر غزل گانا جوگن کا بیچ دُھن بھیرویں کے

دل کو چین اک دم تہِ چرخِ کہن ملتا نہیں　　　وہ مرا گلفام وہ گل پیرہن ملتا نہیں
کس طرح صرصر مرے گل کو اڑا کر لے گئی　　　گلشنِ عالم میں وہ رشکِ چمن ملتا نہیں

رومال دینا راجا اندر کا جوگن کو خوش ہو کر پھر جواب دینا جوگن کا ذو معنی میں

رومال انھیں دیجیے جو تنگ دست ہیں۔ فقیر اپنی کملی میں مست ہیں۔ عشق کی گرمی نے مارا ہے۔ پشمینے سے کنارا ہے۔ راجا کے دور میں پلّے سے آئی ہوں۔ جو مانگوں سو پاؤں۔

اقرار کرنا راجا اندر کا جوگن سے

مانگ کیا مانگتی ہے

غزل گانا جوگن کا طلبِ گلفام میں

ہوتا ہے کوئی آن میں اب کام ہمارا　　　انعام میں دیجے ہمیں گلفام ہمارا
اب چاہ سے یوسف کو نکلواؤ ہمارے　　　گھٹتا ہے اندھیرے میں دل آرام ہمارا

© NCERT not to be republished

پہچاننا راجا اندر کا سبز پری کو اور طلب کرنا لال دیو کو واسطے خلاصی گلفام کے

اے لال دیو اس طرف جلد آ　　بڑا مجھ کو جوگن نے دھوکا دیا
بناوٹ کی تھی ساری جادوگری　　نہیں آدمی سبز ہے یہ پری

ملنا گلفام کا سبز پری کو اور گفت وشنید حال ایام فراق کی آپس میں سوال

سبز پری کا

قہر تھا ہجر قیامت تھی جدائی تیری　　میرے خالق نے مجھے شکل دکھائی تیری

جواب شہزادے کا

خاک ہے منھ پہ ملی بال ہیں سر کے بکھرے　　ہائے اس عشق نے کیا شکل بنائی تیری

جواب سبز پری کا

مجھ پہ ہونا تھا جو کچھ ہوگیا اس کا نہیں غم　　ہوگئی قیدِ مصیبت سے رہائی تیری

جواب شہزادے کا

تو مرے آگے نکالی تھی گئی نوچ کے پر　　راجا تک پھر ہوئی کس طرح رسائی تیری

جواب سبز پری کا

بن کے جوگن ہوئی اندر کی سبھا میں داخل　　پھر یہاں چاہ مجھے کھینچ کے لائی تیری

© NCERT not to be republished

جوابِ شہزادے کا

کہہ کے راجا سے مجھے کس نے تجھے دلوایا　　دشمنِ جاں تھی میری جان جدائی تیری

جواب سبز پری کا

ہے تمنّا یہ مرے دل میں کہ اب حشر تلک　　فضل استاد سے دیکھوں نہ جدائی تیری

مبارک باد گانا سبز پری کا گلفام سے ہم بغل ہوکر ساتھ سب پریوں کے

شادیِ جلوۂ گلفام مبارک ہووے　　عیش و عشرت کا سر انجام مبارک ہووے
بعد مدّت کے حسینوں کا نصیبا جاگا　　فرشِ رحمت پہ اب آرام مبارک ہووے
سرو قمری کو سزاوار ہو بلبل کو گل　　ہم کو یہ سروِ گل اندام مبارک ہووے
تخت پر ہم کو مبارک ہو جہاں میں پھرنا　　غیر کو گردشِ ایّام مبارک ہووے
ہو چکے عشق میں بدنام بڑی مدّت تک　　اب زمانے میں ہمیں نام مبارک ہووے
جعل سازوں کے نہ پھندے میں پھنسے طائرِ دل　　گیسوؤں کا ہمیں اب دام مبارک ہووے
حوریں جنت کو مبارک ہوں فلک کو تارے　　باغ کو گل ہمیں گلفام مبارک ہووے
چھینے شہزادے کو اب راجا نہ ہم سے استاؔد　　یہ اماؔنت سحر و شام مبارک ہووے

(امانت لکھنوی)

© NCERT not to be republished

سوالات

1. اندرسبھا میں ڈراموں سے مماثلت کے کیا پہلو نکلتے ہیں؟
2. اوپیرا (Opera) کی تعریف کیا ہے اور اردو کا پہلا منظوم ڈراما کون سا ہے؟
3. راجہ کی محفل میں پکھراج پری کی آمد کا حال اپنے الفاظ میں لکھیے۔
4. اندرسبھا میں سبز پری کی آمد کا نقشہ کس طرح کھینچا گیا ہے؟
5. شہزادہ گلفام کو کیا سزا دی گئی اور کیوں؟

© NCERT not to be republished

5161CH34

شاہنامۂ اسلام

حفیظ جالندھری اردو کے معروف نظم گو شاعر تھے۔ ان کی شاعری کا بہت نمایاں وصف اس کی غنائیت ہے۔ انھوں نے نظموں اور غزلوں کے علاوہ گیت بھی بڑی تعداد میں لکھے ہیں۔ ان گیتوں میں غنائیت اور موسیقی کا عنصر انھیں انتہائی پر کشش اور موثّر بنا دیتا ہے۔

حفیظ جالندھری کا شاہنامۂ اسلام اردو کی سب سے طویل اور مقبول نظموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا موازنہ فردوسی کے شاہنامے سے تو نہیں کیا جا سکتا کیونکہ شاہنامۂ فردوسی رزمیہ شاعری کا شاہکار ہے۔ حفیظ جالندھری نے اس میں اسلام کی تاریخ بیان کی ہے۔ نظم کا بیشتر حصّہ بیانیہ ہے اور واقعہ نگاری کا اچھا نمونہ ہے۔ کچھ حصوں میں جذبات نگاری کی بھی بہت اچھی مثالیں ملتی ہیں۔

یہاں شاہنامۂ اسلام کی دوسری جلد کا ایک نمائندہ اقتباس دیا جا رہا ہے۔ اس میں حفیظ جالندھری نے صحرا کی زبان سے ایک تشنہ لب قافلے کے استقبال یا خیر مقدم کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ واقعہ نگاری اور بیانیہ انداز کے ساتھ ساتھ ان اشعار میں جذبے کا بہت لطیف اظہار بھی ملتا ہے۔

© NCERT not to be republished

5161CH35

حفیظ جالندھری

(1982 — 1900)

عبدالحفیظ نام اور حفیظ تخلص تھا۔ پنجاب کے ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ وہ مولانا گرامی کے شاگرد تھے اور فارسی و اردو میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ حفیظ جالندھری نے کئی اہم جریدوں اور رسالوں کی ادارت کی۔ 1938 میں انھوں نے یوروپ کا سفر کیا اور وہاں قیام کے دوران ''افرنگ کی دنیا'' اور ''اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے'' مشہور نظمیں کہیں۔ چھوٹی بحروں اور سادہ لفظوں میں گیت اور نظمیں لکھنا حفیظ کا خاص انداز ہے۔

حفیظ جالندھری کا شمار اردو کے معروف شاعروں میں ہوتا ہے۔ ''نغمۂ زار''، ''سوز وساز'' اور ''تلخابہ شیریں'' ان کے کلام کے اہم مجموعے ہیں۔

حفیظ کا شاہکار ''شاہنامۂ اسلام'' ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ ''شاہنامۂ اسلام'' بیانیہ شاعری کی اچھی مثال ہے۔

© NCERT not to be republished

5161CH36

صحرا کی دعا

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آ کر — دعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ اے صحرا کو آتش ناک چہرہ بخشنے والے — رخِ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے
ازل کے دن سے اب تک بھاڑ میں بھنتا رہا ہوں میں — صدائے رعد و باراں دُور سے سنتا رہا ہوں میں
ہوا ہوں جب سے پیدا، جان پانی کو ترستی ہے — مرے سینے کے اوپر آگ کی بدلی برستی ہے
میں سمجھا تھا مقدّر ہو چکی ہے دھوپ کی سختی — مری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی
بنایا رفتہ رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا — لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا
خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا — کہ تیرا ساقیِ کوثر یہاں تشریف لائے گا
اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی — مرے دل کی کدورت خود بخود معدوم ہو جاتی
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے — شہید آرام فرمائیں گے، غازی آ کے ٹھہریں گے
خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو — بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن کو
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا — چھپا کر ایک گوشہ میں مصفّا حوض بھر رکھتا
وہ پانی ان مقدس مہمانوں کو پلا دیتا — میں اپنی تشنگی دیدارِ حضرت سے بُجھا لیتا
مرے سر پر سے گذرا نوح کے طوفان کا پانی — تاسُّف ہے کہ مجھ سے ہوگئی اس وقت نادانی
اگر رکھتا میں اس پانی کی تھوڑی سی خبرداری — تو ہو جاتا مری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
یہ ستّر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے — مجاہد بھی وضو کرتے، نہاتے، غسل فرماتے
حضورِ ساقیِ کوثر مری کچھ لاج رہ جاتی — مری عزت مری شرمِ عقیدت آج رہ جاتی
ترے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے — الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے

© NCERT not to be republished

اگر اب مرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی تو مجھ کو رحمت للعالمین سے شرم آئے گی
جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر عطا بہرِ وضو ان کے لیے تھوڑا سا پانی کر
برائے چند ساعت ابر باراں بھیج دے یارب بہاراں بھیج دے یارب بہاراں بھیج دے یارب

(حفیظ جالندھری)

سوالات

1. صحرا نے اپنے مقدر کی شکایت کن لفظوں میں کی ہے تفصیل سے لکھیے؟
2. یہاں ساقیِ کوثر سے کیا مراد ہے؟
3. صحرا یہ بات کیوں کہہ رہا ہے کہ ''میرے دل کی کدورت خود بخود معدوم ہو جاتی''؟
4. صحرا اپنی کس نادانی پر تاسُّف کا اظہار کر رہا ہے اور کیوں؟
5. آتش نہ برسانے سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
6. آخر میں شاعر کس بات کی دعا کر رہا ہے؟

© NCERT not to be republished